اسلامی عقائد

تالیف

محمود الرشید حدوٹی

مدیر اعلیٰ آبِ حیات

استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور

استاذ الحدیث جامعہ رحیمیہ صدیق اکبر للبنات

مکتبہ آبِ حیات

38 غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

0300-9458876 - 042-7580051

اسلامی عقائد

تالیف

مولانا محمود الرشید حدوٹی (قومی ایوارڈ یافتہ)

مدیر اعلیٰ "ماہنامہ آب حیات" استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

مکتبہ آب حیات

38 غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

0300-9458876 , 042-7580051

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... اسلامی عقائد

مؤلف .... مولانا محمود الرشید حدوٹی

اشاعت اوّل .... اگست 2005ء

اہتمام .... محمد نواز اللہ عباسی

ناشر .... مکتبہ آب حیات

قیمت .... 70 روپے

ملنے کے پتے

اسلامی کتاب گھر خیابان سر سید راولپنڈی

مکتبہ المیوات، بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ

مکتبہ رشیدیہ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ راولپنڈی

عمر فاروق اکیڈمی، جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

انتساب

میں اپنی کتاب "اسلامی عقائد" کو اپنے پیارے

اللہ جلَّ جلالہٗ

کی طرف منسوب کرتا ہوں، جس نے مجھے
صحیح عقائد ونظریات لکھنے، انہیں بیان کرنے
اوران کی اشاعت کرنے کی سعادت بخشی۔

محمود الرشید حدوٹی
(نقشبندی مجددی)

مصنف

کی چند شاہکار تصانیف

- اسلامی نظام حیات
- اسلام کا معاشی نظام
- اسلام اور عورت
- اسلامی عبادات
- اسلامی عقائد
- اسلام اور نوجوان
- اہل سنت والجماعت
- دیوار چمن سے زنداں تک
- نغمہ زنداں
- عورت کی حکمرانی
- گستاخ دین صحافی
- لدرر السنیة
- مطالعہ قرآن
- مطالعہ اسلام
- حدیقة الخضارہ
- مصباح الصرف
- مصباح النحو
- رشوت ستانی
- دعوت وتبلیغ
- جماعت اسلامی
- مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ
- بسنت کا تہوار
- ڈاکٹر طاہر القادری
- بت شکن
- موت کا سوداگر
- امیر عزیمتؒ (مختصر)
- تاریخ عزیمت (ا)
- مصباح العقائد
- آخری دس سورتوں کی تفسیر
- ایمان کے ڈاکو
- خطبات دعوت

مصنف ایک نظر میں

نام .... محمود الرشید حدوٹی

خاندان .... عباسی

جائے ولادت .... حدوٹ، تحصیل مری ضلع راولپنڈی

تاریخ پیدائش .... ۱۵ نومبر ۱۹۶۹ء

تعلیمی کوائف .... میٹرک ۱۹۸۴ء ہائی اسکول مری

.... فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۹۰ء

.... فاضل وفاق المدارس پاکستان ۱۹۹۰ء

تجرباتی زندگی .... آغاز خطابت ۱۹۹۰ء

.... آغاز تبلیغی جماعت سے وابستگی ۱۹۹۵ء

.... تدریس جامعہ منظور الاسلامیہ ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۸ء

.... تدریس جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۹۹ء تا حال

صحافتی تجربہ .... وابستگی روزنامہ ''خبریں'' ۱۹۹۱ء

.... وابستگی روزنامہ ''پاکستان'' ۱۹۹۹ء

.... مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''آب حیات'' ۲۰۰۰ء تا حال

قومی ایوارڈ .... ۲۲ اپریل ۲۰۰۵ء کو حکومت پاکستان کی طرف سے ''قومی ایوارڈ'' دیا گیا

تصانیف .... چھوٹی بڑی قریباً تین درجن۔

فہرست مضامین

اسلامی عقائد

پیش لفظ	3
اسلامی عقائد	17
عقیدہ کے معانی	17
عقیدہ کا اثر	19
عقیدہ کی اہمیت و مقام	20
اسلامی عقائد کیا ہیں	21
اسلامی عقائد	22
امہات العقائد	25
عقائد کی اقسام	25
ضروریات دین	26
عقائد کا اختلاف	26
اسلامی عقائد کا نقشہ	27
ایمان باللہ	34
اللہ کے معنیٰ	34
اللہ کے بارے میں عقیدہ	34
وجود باری اور قرآنی دلائل	40
وجود باری پر عقلی دلائل	42
حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دہریہ	42
خلاصہ	48
ایمان بالکتب	49
کتاب کا معنیٰ	49
کتابوں کی تعداد	49
آسمانی کتابوں کا مطلب	50
زبور کا معنیٰ	51
انجیل کا معنیٰ	51
قرآن کا معنیٰ	52
آسمانی کتب اور عقیدہ	52
تورات و قرآن	55
زبور	56
انجیل	56
قرآن حکیم	57
عقیدہ در بارہ قرآن	59

آمیزش سے پاک	60
تبدیلی محال ہے	60
قرآن کا پڑھانا	60
قرآن وحی الٰہی	60
قرآن لاریب کتاب	61
قرآن کجی سے پاک	61
خلاصہ بحث	62
ایمان بالرسل	63
نبی و رسول کا معنیٰ	63
نبی کا معنیٰ	64
رسول کے انکار کا نقصان	65
انبیاء ورسل پہ ایمان	67
نبی انسان ہوتا ہے	68
ایمان بالملائکہ	73
فرشتہ کے معانی	74
چار فرشتے افضل	75
فرشتے اور قرآن	75
فرشتے پہلے اور انسان بعد	76
خلاصہ بحث	81

بالیوم الآخر	83
عالم تین ہیں	84
عالم برزخ	84
انسان اور موت	85
آخرت کے بارے میں عقیدہ	86
خلاصہ	87
توحید	89
توحید کا معنیٰ	90
توحید کی اقسام	90
توحید فی الذات	90
توحید فی الصفات	91
توحید فی العبادت	91
توحید فی الافعال	92
توحید خالص	93
شرک	100
عقیدہ توحید کے اثرات	103
خلاصہ	105
رسالت	106
رسالت اور قرآن	108

رسالت کا تجزیہ	109
رسالت اور بشریت	109
رسالت وہبی ہے	112
رسالت اور عصمت	113
رسالت کی ہمہ گیری	115
مطاع مطلق	116
منصب رسالت	117
رسالت محمدی	120
ختم رسالت	122
آخرت	126
تین مختلف نظریات	126
اسلامی نظریہ آخرت	128
قیامت کا دن	130
قیامت کا وقت	131
علامات قیامت	131
صور اسرافیل	133
قیامت کا ہولناک منظر	133
انبیاءؑ کی حاضری	135
اعمال نامہ	135
انکار واقرار جرم	136
جنت	137
جنت میں داخلہ	138
جنت والوں سے حسن سلوک	139
جنت کی حوریں	140
عذاب جہنم	141
کھال کا ادھڑنا	141
جہنم کا درخت	141
اہل جہنم کی خوراک	142
اہل جہنم کا لباس	142
اہل جہنم کا سائبان	142
اہل جہنم کی آوازیں	142
جہنم میں داخلہ	143
جہنم کے دروازے	143
جہنم سے نکلنے کی کوشش	143
اہل جہنم کی لڑائی	144
جنت اور جہنم والوں کی باہمی گفتگو	144

اپنی بات

نحمده ونصلّی علی رسوله الکریم وعلیٰ اٰلهٖ واصحابهٖ اجمعین

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان اور کرم ہے، جس نے اس فقیر پر تقصیر کو عالم جوانی میں کچھ عمدہ اور بہترین کتابیں لکھنے کی توفیق بخشی، جن کی اساس اور بنیاد قرآن وسنّت کی سنہری تعلیمات کی روشنی میں اٹھائی گئی ہے، پی ایم ایس اور مقابلے کے امتحانات میں شرکت کرنے والے پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ''اسلامی نظام حیات'' لکھی گئی، جس کے کئی ایڈیشن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہاتھوں ہاتھ نکل گئے، کتاب لکھوانے کے لیے ہمارے انتہائی مہربان دوست جناب افتخار بٹ صاحب مدیر پبلشرز ایمپوریم اردو بازار لاہور نے میرا انتخاب کیا، پھر اس کے لیے نمونے کی ضروری کتب بھی فراہم کیں اور دیگر لوازمات سے بھی سرشار فرمایا، چنانچہ یہ ان کی حسن نیت ہی کا پھل ہے کہ کتاب کے متعدد ایڈیشن ملک کے گوشے گوشے میں اہل علم کے علمی ذوق کو پورا کرنے کے لیے پہنچائے گئے۔

''اسلامی نظام حیات'' میں مذاہب عالم، انسانی مسائل، عبادات، عقائد، معاشرت، سیاست، قانون عدل وانصاف، ادّلہ اربعہ، اجتہاد اور دیگر کئی موضوعات کہیں اجمال سے اور کہیں تفصیل سے موجود ہیں، کتاب پہلے کتابت پھر کمپوز کروائی گئی، کمپوزنگ میں اگرچہ کتاب کا حجم قدرے کم ہوگیا، مگر حکومت کی طرف سے سلیبس میں ترمیم واضافہ کی بناء پر حضرات انبیاء کرامؑ کے احوال مختصراً اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے حالات وسیرت کو قدرے تفصیل سے کتاب میں لانا پڑا، جس سے کتاب کم ہونے کی بجائے مزید ضخیم ہوگئی، جس سے شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والا ہر شخص استفادہ نہیں کرسکتا تھا، مگر ہمارا تجربہ یہ تھا کہ کتاب کو علیحدہ علیحدہ حصّوں میں شائع کیا جائے، جس سے سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے طلبہ کے علاوہ دینی اداروں کے طلبہ اور عامۃ الناس بھی خاطر خواہ استفادہ کریں۔

اسی غرض کے پیش نظر ''اسلامی عبادات'' شائع کی گئی تھی، پھر اس میں انتہائی ضروری مواد ازسرنو مرتب کیا گیا، کتاب کی افادیت میں اس وقت دوچند اضافہ ہوگیا تھا جب دینی طبقہ میں موجود اہم ترین مسئلہ (مرد اور عورت کی نماز میں فرق) کو دلائل وبراہین کے ساتھ مدلل اور

ہن کیا گیا تھا۔

''اسلامی نظام حیات'' کا ایک اہم ترین باب ''اسلامی عقائد'' تھا، جسے فقیر کی زیر ادارت شائع ہونے والے کثیر الاشاعت، قومی ایوارڈ یافتہ میگزین ''آب حیات'' میں شائع کیا گیا، جسے ملک بھر میں قدر کی نگاہ سے دیکھا اور پڑھا گیا، بعض دوستوں نے بالمشافہ اس عظیم پیشکش پر اظہار مسرت کیا، اب اسی کو کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، اس کا نام عام فہم ''اسلامی عقائد'' رکھا گیا ہے۔

میں تحدیث نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انتہائی سہل اور آسان انداز میں بہترین، عمدہ، خوبصورت، جاذب دل اور دلکش مواد پیش کرنے کی سعادت بخشی ہے، جسے پڑھ کر قاری کا دل نہ صرف باغ باغ ہو جاتا ہے بلکہ اس کے دل سے مصنف کے لیے دعائیں نکلتی ہیں اور اس دور میں متاع فقیر یہی ہے، ورنہ ہمارے پاس تہی دامنی کے سوا اور کیا ہے۔

''عقائد الاسلام'' کے عنوان سے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے دو حصوں پر مشتمل انتہائی خوبصورت، معلومات افزا، دلچسپ، علمی اور تحقیقی کتاب پیش کی ہے، جو ایک سال مجھے جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھانے کے لیے بھی دی گئی تھی، اس سے پہلے میں بنات کے مدرسہ میں دورہ حدیث کی طالبات کے سامنے اس کے کچھ اوراق پڑھ کر سنا چکا تھا، مگر خدا کی شان دیکھیے کہ جب میں نے ''اسلامی نظام حیات'' لکھی اس وقت میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ جامعہ اشرفیہ جیسے مادر علمی میں دین کی خدمت کا موقع دے گا، اور نہ ہی ''عقائد الاسلام'' اس وقت میرے پاس تھی، جامعہ اشرفیہ میں ورود کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی زیارت کرائی، پھر ایک مرتبہ پڑھانے کی توفیق بھی بخشی۔ ''اسلامی عقائد'' کی موجودہ کمپوزنگ میں بھی ''عقائد الاسلام'' سے کوئی استفادہ نہیں کیا گیا، لیکن مولانا کاندھلویؒ کی اس عظیم شاہکار کتاب کو دیکھ اور پڑھ کر دل گواہی دیتا ہے کہ حضرت نے موضوع کے ساتھ نہ صرف انصاف کیا بلکہ حق ادا کر دیا، میرے اس لکھنے سے قارئین کی آتش شوق شعلہ زن ہو رہی ہے، اس لیے ان کے تسکین ذوق کی خاطر حضرت کاندھلویؒ کی اس عظیم معرکۃ الآرا کتاب سے عقائد اسلام کی ایک جھلک یہاں پیش کر رہا ہوں، تاکہ اختصار کے ساتھ جامعیت بھی ہو اور ہماری کتاب ''اسلامی عقائد'' میں تشنگی بھی باقی نہ رہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ایک شعر لکھا

ہے، جس سے عقائد کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

اِنَّ الْعَقَائِدَ كُلَّهَا اُسٌّ لِاِسْلَامِ الْفَتٰى

اِنْ ضَاعَ اَمْرٌ وَاحِدٌ مِنْ بینِهِنَّ فَقَدْ غَوٰى

حضرتؒ نے لکھا کہ اسلام کی بنیاد میں ایک عقیدہ بھی خراب اور فاسد ہو گیا تو اسلام کی تمام عمارت خراب ہو گئی،

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج تاثریا می رود دیوار کج

اس کے بعد حضرت کاندھلویؒ نے اسلامی عقائد پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے، مگر ہم اس وقت صرف اجمالی خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

عقیدہ ۱: اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات اور صفات کے ساتھ خود بخود موجود اور موصوف ہے اور اس کے سوا تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں اور اسی کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئی ہیں، خدا تعالیٰ کو خدا اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ خود بخود ہے۔

عقیدہ ۲: حق جل شانہ ایک ہے کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں، اس لیے کہ شرکت عیب ہے اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے۔

عقیدہ ۳: حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے یعنی اس کے وجود کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہاء وہ قدیم مطلق ہے۔

عقیدہ ۴: حیات اور علم اور قدرت اور ارادہ اور سمع اور بصر اور کلام اور تکوین حق تعالیٰ شانہ کی صفات کاملہ ہیں، یعنی وہ زندہ اور دانا اور قدرت والا اور اختیار والا ہے۔

عقیدہ ۵: حق جل شانہ تمام کلیات اور جزئیات کا عالم ہے، آسمانوں اور زمینوں کا کوئی ذرّہ اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے۔

عقیدہ ۶: حق جلّ شانہ قادر مختار ہے، ایجاب یعنی اضطرار کی آمیزش سے منزّہ اور مبرّا ہے۔

عقیدہ ۷: جس طرح تمام ممکنات کیا جواہر اور کیا اعراض اور کیا اجسام اور کیا عقول اور کیا آسمان اور زمین اور کیا افلاک اور کواکب اور کیا عناصر اسی قادر مختار کی ایجاد سے عدم کی پوشیدگی سے وجود میں آئی ہیں اسی طرح ان تمام ممکنات کی خواص اور آثار اور ان کی صفات اور کیفیات بھی اسی قادر مختار کی ایجاد سے ہیں۔

عقیدہ ۸: حق تعالیٰ شانہ خالق خیر بھی ہیں اور خالق شر بھی وہ خیر اور شر دونوں ہی کا پیدا کرنے والا ہے، لیکن خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں۔

عقیدہ۹: حق تعالیٰ شانہ جس طرح بندوں کی ذات کا خالق ہے اسی طرح ان کے اخلاق اور عادات اور صفات اور افعال کا بھی خالق ہے۔

عقیدہ۱۰: قضاء وقدر حق ہے اور اس پر ایمان لانا فرض ہے، اور ایمان بالقدر کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس بات کا یقین اور اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ہی خیر اور شر کو اور ایمان اور کفر کو اور ہدایت اور ضلالت کو اور طاعت اور معصیت کو مقدر فرما دیا ہے اور اس کو لکھ دیا ہے۔

عقیدہ۱۱: حق تعالیٰ شانہ متکلم ہے یعنی ازل سے ابد تک اس کو صفت کلام حاصل ہے، کبھی تکلم سے خالی نہیں رہا، ایک ہی وقت میں تمام مخلوق کی آوازوں اور دعاؤں کو سنتا ہے اور سب کا جواب دیتا ہے۔

عقیدہ۱۲: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور قدیم اور غیر مخلوق ہے، قرآن کریم کو حق تعالیٰ نے خود اپنا کلام کہا ہے اور اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، یسمع کلام اللہ اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے۔

عقیدہ۱۳: حق تعالیٰ تمام نقائص اور عیوب اور حدوث اور امکان کے شوائب اور نشانوں سے منزہ اور مبرا ہے۔

عقیدہ۱۴: حق تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔

عقیدہ۱۵: حق تعالیٰ کا کوئی مثل اور برابر نہیں، نہ اس کے عورت ہے اور نہ کوئی بیٹا۔

عقیدہ۱۶: حق تعالیٰ پر کوئی شے واجب نہیں۔

عقیدہ۱۷: حق تعالیٰ مالک اور مختار ہیں۔ اور بندے اس کے مخلوق اور غلام ہیں۔

عقیدہ۱۸: حق تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یعنی صاحب شریعت سے سننے پر موقوف ہیں۔

عقیدہ۱۹: اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی صفات نہ اس کی عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں بلکہ لازم ذات ہیں۔

عقیدہ۲۰: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم ہیں اگر مخلوق نہ بھی ہوتی تو اس میں پیدا کرنے کی قدرت تو ضرور ہے، اسی وجہ سے خالق اس کا نام قدیم ہے، اس کا خالق ہونا مخلوق کے پیدا ہونے پر موقوف نہیں بلکہ مخلوق کا پیدا ہونا اس کے خالق ہونے پر موقوف ہے۔

عقیدہ۲۱: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم اور ازلی ہیں۔

اس کے بعد مولانا کاندھلویؒ نے نبوت و رسالت کے متعلق عقائد لکھے ہیں۔

عقیدہ ۱: حضرات انبیاءؑ حق تعالیٰ کے پاک اور برگزیدہ بندے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

عقیدہ ۲: نبوت و رسالت محض موہبت خداوندی اور عطیہ الٰہی ہے، وہ جس کو چاہتا ہے خلعت نبوت سے سرفراز فرماتا ہے۔

عقیدہ ۳: تمام انبیاءؑ پر ایمان لانا ضروری ہے، ایک نبی پر ایمان نہ لانا تمام انبیاء پر ایمان نہ لانے کے ہم معنی ہے۔

عقیدہ ۴: تمام انبیاء صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم تھے۔ انبیاء کی عصمت اور طہارت اور نزاہت کا اعتقاد جزء ایمان ہے۔

عقیدہ ۵: حق تعالیٰ نے انبیاء کرام کو معجزات اور آیات بیّنات عطاء فرمائیں۔

عقیدہ ۶: انبیاء کرامؑ حق تعالیٰ کے امین ہوتے ہیں، احکام خداوندی کے پہنچانے میں ذرہ برابر کمی نہیں کرتے۔

عقیدہ ۷: انبیاء کرامؑ اپنے منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوتے۔

عقیدہ ۸: پیغمبروں پر ایمان لائے بغیر خدا پر ایمان لانا معتبر نہیں ہے۔

عقیدہ ۹: پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدمؑ اور سب سے آخری حضرت محمد ﷺ ہیں۔

عقیدہ ۱۰: تمام پیغمبروں کے سردار اور سب سے افضل اور بہتر حضرت محمد ﷺ ہیں۔

عقیدہ ۱۱: حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نبوت تمام عالم کے لیے عام ہے۔

اس کے بعد حضرت کاندھلویؒ نے فرشتوں سے متعلق چند عقائد ذکر فرمائے

عقیدہ ۱: فرشتے حق تعالیٰ کے مکرّم بندے ہیں۔ ......۲......حق تعالیٰ کی نافرمانی سے پاک ہیں ......۳......حق تعالیٰ کی رسالت اور سفارت اور تبلیغ احکام کی دولت سے مشرف ہیں ......۴......پیغمبروں پر صحیفے اور کتابیں انہی کے ذریعے نازل ہوئیں۔ ......۵......امانت اور حفاظت کرنے والے ہیں......۶......کھانے پینے، پہننے، زن و مرد اور توالد و تناسل سے پاک ہیں......۷......نورانی ہیں نور سے پیدا کیے گئے......۸......فرشتوں کی تعداد کا علم اللہ کو ہے۔......۹......ہر وقت اللہ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں۔

اس کے بعد کتابوں سے متعلق عقائد کا ذکر کیا ہے

حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر جو کتابیں اور صحیفے نازل کیے وہ سب حق ہیں ان پر ایمان

لانا فرض ہے، ان کی تعداد ایک سو چار ہے، ان میں چھوٹے پچاس صحیفے حضرت شیثؑ پر، تیس حضرت ادریسؑ پر، دس حضرت ابراہیمؑ پر اور دس حضرت آدمؑ پر اترے اور چار بڑی مشہور کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید ہیں۔

اس کے بعد آخرت کے متعلق عقائد ہیں

آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے، تمام انبیاء نے یوم آخرت سے متعلق آگاہ کیا۔

اس کے بعد عالم برزخ سے متعلق عقائد کا ذکر ہے

قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال حق ہے، قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے، جو دنیا و آخرت کے درمیان ایک عالم ہے، جو من وجہ دنیا کے مشابہ ہے اور من وجہ آخرت کے مشابہ ہے۔ مردہ مومن کو زندہ مسلمانوں کی دعاؤں اور صدقات اور خیرات سے نفع پہنچتا ہے۔

اس کے بعد قیامت سے متعلق عقائد کا ذکر ہے

ایک دن تمام دنیا کی زندگی صور اسرافیل کے نفخہ اماتت سے تمام ہو جائے گی، چالیس سال بعد حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے، جس سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے، ایک مرتبہ سب عالم کے فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر کھڑے ہو جانے کا نام قیامت ہے اس سے پہلے کچھ نشانیاں ظاہر ہوں گی قیامت سے پہلے امام مہدی کا ظہور ہوگا، دجال کا خروج ہوگا، قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے، نزول کے بعد وہ شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے۔ یا جوج اور ماجوج کا خروج ہوگا، سورج مغرب سے طلوع ہوگا، زمین سے ایک جانور نکلے گا، عدن سے ایک آگ نکلے گی۔

حضرت کاندھلویؒ نے قیامت کے آغاز سے متعلق لکھا کہ

باشندگان عالم اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے، اور روئے زمین پر کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا باقی نہ رہے گا، اور جمعہ کا دن ہوگا، اور محرم الحرام کی دسویں تاریخ روز عاشور ہوگا، کہ یکا یک علی الصباح لوگوں کے کانوں میں ایک باریک آواز آنا شروع ہوگی اور بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ تمام لوگ مر جائیں گے، اور روحیں بے ہوش ہو جائیں گی اور زمین و آسمان پھٹ جائیں گے، پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا جس سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔

حضرتؒ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے متعلق بھی چند عقائد کا ذکر کیا ہے۔

تمام انبیاء کرام کے بعد خاتم الانبیاء، سرور اصفیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ کرام کا مرتبہ

اور مقام ہے، صحابہ کی محبت دین اور ایمان اور احسان ہے، اور صحابہ سے بغض اور نفرت کفر اور نفاق اور فسوق اور عصیان ہے، جس طرح حضور پرنور تمام انبیاء سے بہتر اور افضل ہیں اسی طرح حضور ﷺ کی امت تمام امتوں سے افضل اور بہتر ہے، کنتم خیر امۃ اخرجت للناس قرآن حکیم کی نص صریح ہے، اور تمام امت سے افضل اور بہتر صحابہ کرام کا طبقہ ہے، اس لیے تمام اہل سنت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انسانوں میں انبیاء کرامؑ کے بعد صحابہ کرام کا درجہ اور مرتبہ ہے اور انبیاء کے بعد حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور افضل اور مقبول اور محبوب گروہ صحابہ کرامؓ کا ہے، اور وہ بلاشبہ مومن کامل اور صحیح الاسلام تھے، معاذ اللہ منافق نہ تھے، قرآن اور حدیث ان کے ایمان اور اخلاص کی شہادت سے بھرا پڑا ہے۔ ان کا خاتمہ ایمان اور اسلام پر ہوا، قیامت تک کوئی شخص ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، جس طرح کوئی ولی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح کوئی ولی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کے لیے رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا۔

تمام صحابہ کرامؓ میں افضل حضرت ابوبکرؓ، پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ ہیں، ان کو خلفاء راشدین کہا جاتا ہے، ان کے بعد عشرہ مبشرہ افضل ہیں، یعنی وہ دس صحابہ کرام جن کو نبی اکرم ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی خوش خبری سنائی تھی، چار یہی ہیں، ان کے علاوہ چھ ہیں سعد بن ابی وقاصؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ابوعبیدہ بن الجراحؓ، سعید بن زیدؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ، یہ دس حضرات تمام امت میں سب سے بہتر اور افضل ہیں، قریش کے سردار ہیں، نبی اکرم ﷺ کے قرابت دار اور رشتہ دار ہیں، دین اسلام کے سابقین اوّلین میں سے ہیں۔

عشرہ مبشرہ کے بعد اہل بدر کا درجہ ہے، حضرت سیّدہ فاطمہؓ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں، حضرت امام حسنؓ و حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، حضرت فاطمہؓ کے بعد ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ، ان کے بعد حضرت عائشہؓ ان کے بعد تمام امہات المومنین دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے درمیان جو باہمی اختلافات رونما ہوئے جیسے جنگ جمل اور صفین ان کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہیے، ہوا و ہوس، حب جاہ، حب ریاست، طلب رفعت اور منزلت سے اس کو دور سمجھنا چاہیے، صحابہ کرامؓ سب ثقات اور عدول ہیں اور ان کی تمام روایات مقبول ہیں، تمام صحابہ کرامؓ کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان پر فرض ہے، صحابہ کرامؓ کی محبت نبی کریم کی محبت ہے، تمام اہل بیت نبوی اور ازواج مطہرات کی محبت اور عظمت اور حرمت عین ایمان اور اسلام ہے، صحابہ کرامؓ

نجوم ہدایت اور اہل بیت سفینہ نوح ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے عقائد اسلام کا ذکر بڑے احسن پیرائے میں کیا، ایک ایک عقیدہ کو عقلی و نقلی دلائل سے مبرہن اور واضح کیا، کلیات و جزئیات کا ذکر کیا، آپ نے قرآن وسنت کے علاوہ سلف صالحین کی آراء بھی کتاب میں شامل کی ہیں، فلسفہ دانوں کی موشگافیوں کا علمی انداز میں رد کیا، شکوک وشبہات کا علمی محاسبہ کیا۔

راقم الحروف نے چیدہ اور چنیدہ عقائد کی جھلک مقدمہ میں اس لیے پیش کردی ہے تاکہ اہل ذوق کی تشنگی بجھ سکے، معاً اپنی شکستہ وریختہ تحریر میں برکت آجائے، اہل علم سے درخواست ہے کہ عقائد اسلام ایک حساس اور نازک موضوع ہے، اس پر ارباب بصیرت ہی خامہ فرسائی کرسکتے ہیں، راقم تو بضاعۃ مزجاۃ لے کر حاضر ہوا ہے، کمی بیشی اور غلطیوں سے آگاہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ طباعت میں احتیاط کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے...... آمین۔

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی (استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور)

۱۰- اگست ۲۰۰۵ بدھ

☆☆..................☆..................☆☆

اسلامی عقائد

رحمت دو عالم ﷺ ایک ابدی اور سرمدی پیام حیات لے کر آئے اٹل فیصلے اور محکم قوانین لے کر جلوہ گر ہوئے' الٰہی تعلیمات اور ربانی احکام کے ساتھ مردہ دلوں کو حیات نو کا مژدہ جانفزا سنانے آئے' ظلمت خانوں کے لیے روشنی کا چراغ بن کر آئے' خرافات' اختراعات اور بدعات کی جگہ سنہری اور عمدہ دستور زندگی لائے' دین اسلام کی اساس و بنیاد انہی ہدایات و تعلیمات پر رکھی گئی جو آپ ﷺ لائے۔

آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات اور پھیلائی ہوئی ہدایات کا تعلق ایک طرف عقائد و نظریات کے ساتھ ہے' تو دوسری طرف اعمال کے ساتھ ہے یعنی آپ ﷺ کی مقدس اور نورانی تعلیمات کے دورخ ہیں' ایک عقائد اور دوسرا اعمال' عقائد اور اعمال کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا رشتہ ہے' ایک طرف وہ تعلیمات ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ کس چیز کو مانا جائے' کس پر ایمان لائے جائے' کس پر یقین واذعان کیا جائے اور کس نہ پر کیا جائے' یہ عقائد کے باب سے متعلق ہیں' اور ایک وہ احکام ہیں جن میں کسی کام کے کرنے کا حکم اور نہی ہو' یہ کرو اور یہ نہ کرو' ان کا تعلق باب اعمال سے ہے اور اعمال کا باب مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے' کہیں عبادات کا حکم' کہیں اخلاقیات کا' کہیں آداب کا معاملات و معاشرت کا' دعوت و تبلیغ کا' اس طرح اس سے متعلق بے شمار شعبہ جات ہیں۔

عقیدہ کے معانی:

عقائد عقیدہ کی جمع ہے۔ لفظ عقیدہ عقد سے بنا ہے' جس کا معنی ہے گرہ لگانا' باندھنا' عقیدہ کا معنی ہوا گرہ لگائی ہوئی' باندھی ہوئی چیز (2) دو چیزوں کو باندھنا' پکا کرنا' عہد و پیمان کرنا (مخزن) (3) اعتقاد کا لفظ اسی سے ہے' جس کا معنی تصدیق کرنا' نہایت پختہ یقین رکھنا' دین بنانا' اہل عرب یہ جملہ استعمال کرتے ہیں اِعْتَقَدَ النَّوٰی'' گٹھلی سخت ہوگئی (المنجد) (4) اَلْعَقِیْدَۃُ' جس پر پختہ یقین کیا جائے' جس کو انسان دین بنائے اور اس پر اعتقاد رکھے (5) عربی کا ایک محاورہ ہے اَعْقَدُ مِنْ ذَنَبِ الضَّبِّ'' گوہ کی دم سے زیادہ گرہ دار' چونکہ عرب میں گوہ کی دم بے شمار گرہوں کے لیے مشہور ہے' جیسے کجی کے لیے کتے کی دم ضرب المثل بن چکی ہے۔ (6) عقیدہ' پختہ خیال' مذہب' کسی بات کا یقین'

مذہبی خیال، اعتقاد، نظریہ (القاموس الجدید) (7) عقیدہ، دل میں جمایا ہوا یقین، ایمان، اعتقاد، اعتبار، (فیروز اللغات)

معلوم ہوا عقیدہ انسان کے عزم صمیم، ارادہ کامل، پختہ اور اٹل نظریات و خیالات کا نام ہے جو انسان کے قلب و دماغ پہ حکمرانی کرتا ہے، اور یہی عقیدہ انسان کے اعمال کا محرک ہوتا ہے، عقیدہ کی مثال ایک بیج کی ہے، اور عمل کی مثال اس بیج سے اگنے والے پودے کی ہے، ظاہر ہے کسی پودے میں وہی خصوصیات ہوتی ہیں، جو اس کے بیج کی، بیج عمدہ اور درست ہوگا، تو پودا بھی عمدہ ہوگا، اور اگر بیج ہی ناقص ہوا تو اس سے ایک تناور درخت یا خوبصورت پودا کیسے تیار ہوسکتا ہے؟ اسی طرح اگر انسان کا عقیدہ درست ہوگا، تو اعمال بھی درست ہوں گے، اور جب عقیدہ خراب ہوگا تو پھر اعمال کا خراب ہونا واضح ہے۔

لغوی تحقیق سے اندازہ لگایئے کہ عقیدہ اور ایمان ایک چیز کو بتایا گیا ہے اس سے بات مزید کھل گئی، کہ عقیدہ اور ایمان کا اثر اعمال پر پڑتا ہے، اعمال کو ایمان و عقیدہ سے جدا نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ اعمال ثمرہ اور نتیجہ ہیں عقیدہ اور ایمان کا، بلکہ یہی وہ نشانی ہے، جس سے کسی کے مومن ہونے کا پتہ چلتا ہے، قرآن کریم میں ایمان و عمل صالح کو ایک جگہ ذکر کیا گیا ہے۔

پھر یقین و اعتقاد اس کا نام ہے، کہ جو بات انسان کو کہی اور بتلائی جائے اسے مان لے اور اس پر عمل پیرا بھی ہو۔ جب ایک آدمی ان باتوں کی حقیقت کو نہ سمجھتا ہو، اور ان باتوں پر یقین نہ رکھتا ہو تو اسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ پختہ اور اٹل نظریات رکھتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک
طالب علم ہے، سال گلشن علم کی سیاحت میں گزارتا ہے اور امتحان کو صرف پندرہ دن رہ گئے ہیں،
اور وہ اس طرح ی نہ کرے، جس طرح امتحان کے لیے تیاری کی جاتی ہے، اور وہ یوں ہی وقت
کھیل کود اور فضو ں میں ضائع کر دیا ہے، امتحان سے بے اعتنائی اور لاپروائی کا مظاہرہ کر رہا
ہے، تو اس کے با ہی سمجھنا چاہیے کہ اسے امتحان قریب ہونے کا پختہ یقین نہیں ہے۔
اسی گم گشتہ راہ جو منزل کا متلاشی ہو، آپ نے اس کو اس کی منزل کی طرف
راہنمائی کر دی، جگہ سے دائیں طرف چلے گا تو آگے ہی تیری مطلوبہ جگہ ہے، بہ ظاہر وہ ان
اشارات کو دیکھ ر ان پر اظہار یقین بھی کر رہا ہے بات کو مان بھی رہا ہے، مگر جب منزل کی
طرف چلنے کے اٹھاتا ہے، تو بجائے دائیں جانب عازم سفر ہونے کے وہ بائیں کو چل دیا، تو
اس سے اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ اس راہ مسافر کو آپ کی بات پہ پختہ یقین نہیں ہوا، معلوم یہ ہوا کہ اگر انسان کا ایمان و عقیدہ کامل و مکمل ہو تو اس کے اثرات صاحب ایمان کے عمل و عادت پہ ظاہر

ہوتے ہیں' اگر ایمان وعقیدہ میں سقم اور کمی ہے' تو پھر انسان پہ ویسے ہی اثرات بھی مرتب ہوں گے۔

عقیدہ کا اثر:

چونکہ عقیدہ وایمان کا تعلق انسان سے ہے' اور انسان صرف گوشت' پوست اور ہڈیوں کا نام نہیں ہے' بلکہ ظاہری جسامت اور بناوٹ کے ساتھ ساتھ اس کے خیالات اور نظریات کو بھی اس میں شامل سمجھنا چاہیے' کوئی بھی انسان نظریات سے خالی نہیں ہے' یہ الگ بات ہے کہ کسی کا اعتقاد و نظریہ مادی اور مالی اسباب پر ہے اور کسی کا صرف اللہ تعالیٰ کے فرمودات وارشادات پر' انسان کے دماغ میں کچھ خیالات ابھرتے ہیں' جو رفتہ رفتہ انسانی قلب پر نقش ہو جاتے ہیں' انسانی جسم کے ڈھانچے میں ''دل'' (قلب) ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اور یہی دل خیر وشر' نیکی وبدی کا سرچشمہ ہوتا ہے' اگر دل میں نیکی کرنے کا عزم پیدا ہو جائے تو انسان نیک کام کرتا ہے' اگر اس میں برائی کا ارادہ پیدا ہو جائے' تو انسان برے کام کرتا ہے' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

''اَلاَ وَ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلاَ وَھِیَ الْقَلْبُ'' (بخاری)

جسم انسانی میں گوشت کا ایسا ٹکڑا ہے' اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہے اور اگر اس میں فساد ہے تو سارے جسم میں فساد ہے' ہاں اور وہ ٹکڑا ''دل'' ہے۔

ہم جتنے کام کرتے ہیں' ان کے پس پردہ دل ہی ہوتا ہے' دل کے عزائم ہوتے ہیں' انسانی دل کیا عزم کرتا ہے' اور کس کام پہ انسان کو اکساتا اور آمادہ عمل کرتا ہے' انسان جتنی حرکات سرانجام دیتا ہے' وہ دل ہی کی تحریک پہ کرتا ہے' دل کے پوشیدہ اور مخفی ارادوں کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا' لیکن انسان جس قسم کے ارادے کرتا ہے' کچھ ہی مدت بعد اس کا اثر درون خانہ ظاہر ہونے لگتا ہے' بسا اوقات کوئی کام کرنے کے بعد انسان اپنی زبان سے اپنی نیت ظاہر کر دیتا ہے' کہ فلاں کام میں نے اس نیت پہ کیا' اور نیت ہی پہ انسان کی جزا وسزا کا فیصلہ ہوگا' اور اسی پہ اعمال کا ترتب ہوتا ہے' اور نیت کا تعلق دل سے ہوتا ہے' حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِیءٍ مَّانَوٰی'' (بخاری ومسلم) انسانی اعمال کا دارومدار نیتوں پر اعمال ہے' اور آدمی کے لیے وہی ہے جس کی نیت کی۔

کسی کام کے لیے انسان کے دل اور دماغ کی اصلاح انتہائی ضروری ہے چونکہ انسان کا عقیدہ اس کے دل کا حکمران ہوتا ہے' اور پھر اس سے آگے اثرات نکلتے ہیں' جو انسانی زندگی پر نقش ہوتے چلے جاتے ہیں' دل ودماغ کے روزن کھلنا اور ان میں حقائق بٹھانا اور پھر اس کے بعد ایسی عظیم

ہستی کا اقرار کرنا جو اس کی خالق ہے، انسان کی خوش قسمتی ہے، ورنہ ان لوگوں کے نقشے قرآن نے عجیب عجیب انداز میں کھینچے، جن کے پاس دماغ کی کھوپڑی تھی مگر عقل نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی، ان کے چہرے پہ دو دیکھنے والی آنکھیں تھیں، مگر وہ ان سے بصارت کا کام نہیں لیتے تھے، جان بوجھ کر اندھے بنے ہوئے تھے، ان کے چہرے کی دائیں اور بائیں جانب کان تھے، مگر ان میں ڈاٹیں اور میل کچیل شاید اتنی جم گئی تھی کہ وہ سنتے نہیں تھے، یا سنی ان سنی کر دیتے تھے، اور ان کے پہلو میں ایک دل تھا۔ مگر یہ دل نہ ہونے کے برابر تھا، اس پہ تالے لگ گئے تھے، اس پہ زنگال لگ گیا تھا، اس پر میل کی تہہ جم گئی تھی، اس پہ غلاف چڑھ گئے تھے، جس کا کفار اقرار کرتے تھے قَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔

معلوم ہوا کہ عقیدہ و ایمان کے محرکات کی اصلاح ضروری ہے، دل و دماغ کی تربیت اس سانچہ میں ڈھال کر کی جائے، جو حق تعالیٰ نے دیا، اور وہ سانچہ وہی احکامات و تعلیمات ہیں جو حضرت نبی اکرم ﷺ نے امت کو دی اور سمجھائی ہیں، اگر انسان کا قلب و دماغ درست ہو، اس کے درون خانہ شہرت، ریا، دکھلاوہ جیسے مذموم ارادے نہ ہوں، جن سے نیکیاں برباد اور اکارت ہو جاتی ہیں، پھر دل و دماغ میں پیوست ہو جائیں گی تو اس وقت انسان صحیح معنی میں انسان کہلوانے کا حق دار ہوگا، اگر انسان ان تعلیمات کی بجائے من مانی خواہشات اور اپنی دماغی اختراعات کو دل میں بٹھائے گا اور ان پر عمل کرے گا تو یہ سراسر نقصان ہوگا چونکہ عقیدہ اور ایمان جہاں انسانی زندگی پہ گہرا اثر ڈالتا ہے، وہاں انسان کا اپنا کوئی کمال نہیں ہوتا، یہ اللہ کی مرضی کے علاوہ اپنی مرضی نہیں کر سکتا، اگر کرے گا تو اس کا عقیدہ و ایمان پختہ ہی نہیں ہوا۔

عقیدہ کی اہمیت و مقام:

اسلام کے عقائد کی مثال بڑی عجیب ہے حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس کی مثال ایک محل سے دی، ظاہر ہے محل یا عمارت کسی ایک چیز کو نہیں کہا جا سکتا، صرف چھت کو محل نہیں کہا جا سکتا، صرف اساس کو، صرف دیواروں اور صرف ستونوں کو محل نہیں کہا جاتا، اسی طرح اللہ کی بتائی ہوئی کسی ایک بات کو مان کر باقی سب کے انکار کو ایمان نہیں کہا جا سکتا، اللہ نے جو جو احکامات دیئے ہیں ان میں کسی کی حیثیت محل کی اساس کی ہے، کسی کی محل کی دیواروں کی، اور کوئی ستونوں کی حیثیت رکھتا ہے اور کوئی چھت کی، اور کوئی ظاہری ٹیپ ٹاپ کی حیثیت رکھتا ہے، گویا اسلام اور ایمان ایک محل ہے اور باقی تمام چیزیں مل کر محل بنا ہے، قصر اسلام میں جو جو احکامات اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں ''ایمانیات اور عقائد'' کہا جاتا ہے۔

اور یہ عقائد ایسے نہیں جیسے تورات میں بیان ہوئے جہاں عقیدوں کا ذکر ہی ہے ایمان کی بات تک نہیں کی گئی کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟ ایمان کی طرف توجہ ہی نہیں دی گئی اور ایسے عقائد بھی نہیں جو انجیل نے بتائے۔ جہاں اگر چہ ایمان پر زور تو دیا گیا ہے مگر وہ انسان کی اخلاقی تربیت کے لیے نہیں بلکہ معجزات اور کرامات کے اظہار کے لیے یونان کے فلسفیوں کے عقائد کی طرح نہیں جنہوں نے ذہنی ارتقاء اور نشو ونما کے لیے طرح طرح کے پاپڑ بیلے مگر انسان کی نجات وفلاح کے لیے کام نہیں کیا، برہمنوں اور بدھیوں نے عقائد کی تعلیم اس انداز میں دی کہ وہ ایک خیالی فلسفے کا روپ دھار گئے اسلام کے عقائد واعمال تو سنہری اور بہت اچھے ہیں، جن میں عالمگیر نبی ﷺ نے انسان کو علم وعمل کی تعلیم دی، چونکہ علم کے بغیر عمل ناممکن ہے، پھر علم کے بعد عمل کو ناگزیر اور ضروری قرار دیا، اور آپ ﷺ کی تعلیمات حسنہ میں ان اساسی و بنیادی عقائد پر بہت زیادہ زور دیا گیا، جن کا اخلاق واعمال کے ساتھ گہرا تعلق ہے، آپ ﷺ کی تعلیمات دور از کار مباحث سے خالی ہیں، آپ ﷺ نے سیدھی سادی اور انسانوں کے لیے مفید تعلیمات کا مرقع پیش کیا، جس کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اسلامی عقائد کیا ہیں؟

پہلے یہ لکھا جا چکا ہے، کہ حضرت ﷺ کی تعلیمات دو قسم کی ہیں، ایک جن کا تعلق عقائد سے ہے، دوسری جن کا تعلق اعمال سے ہے، اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کی بنیاد و اساس اصلاح عقائد تھی، آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے بیشتر حصہ میں انسانی عقائد کی اصلاح پر زور دیا، چونکہ عقائد کی اصلاح بہت ضروری ہے، انسان کے عمل میں کمزوری اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے، عمل نہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہو جاتا، لیکن عقیدہ کی کمزوری اللہ تعالیٰ کے ہاں ناقابل معافی ہے، جس انسان کا عقیدہ خراب ہوگا، اس کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول ومنظور نہیں ہوگا، اس لیے اب عقائد جاننے اور سمجھنے چاہئیں جن کی تعلیم دی گئی ہے، ان میں بعض عقائد مشہور ہو چکے ہیں، لیکن بعض سے متعلق ابھی تک لوگ کشش و پنج میں ہیں، حالانکہ آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل آپ ﷺ نے ان کی وضاحت فرما دی، مگر چونکہ وہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں ہیں، جن کی طرف عام لوگوں کی توجہ نہیں، یا وہ ان کی دسترس سے باہر ہیں۔

عقائد کے باب میں کسی کو مانا جائے اور کسی کو نہ مانا جائے یہ انتہائی ناپسندیدہ اور مذموم حرکت ہے، یہ یہودیوں کا طریقہ واردات تھا، جو بعض باتوں کو تسلیم کرتے تھے، اور بعض کا صاف انکار کر دیتے تھے، اپنے مطلب ومنشاء کی بات کو سینہ سے لگا لیا، اور اسے مسترد کر دیا جس سے ان کے موقف وخیال پر چوٹ پڑتی تھی "يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ" اسی لیے تو وہ بعض بعض احکام

میں تبدیلی کر دیتے تھے' اپنے نظریات اور خیالات ٹھونستے تھے' اور ربانی بات کو ٹھکرا دیتے تھے۔ ان کا یہ بھی طریقہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی بات سے منع فرماتے تو وہ اس کی نت نئی تاویلیں کرتے' اور ربانی تدبیر کے مقابلے میں اپنے ہی کام سرانجام دیتے' ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے انہیں روکا گیا' انہوں نے یہ حیلہ تراشی کی کہ چلو ہفتہ کو شکار نہیں کرتے' صرف چھوٹی چھوٹی نالیاں بنا کر آگے گڑھے بنا دیتے ہیں' اور ہفتہ کے دن مچھلیاں اس نالی کے ذریعے دریا سے ان گڑھوں میں پڑ جائیں گی' اتوار کو ہم انہیں یہاں سے نکال لیں گے' اس کا نتیجہ وہی نکلتا تھا جو نکلا' چونکہ اللہ تعالیٰ بھی بہتر تدبیریں کرنے والی ذات ہے ان کو ذلیل بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا' ان پر طرح طرح کے عذاب نازل کیے' کبھی ان کے سروں میں جوئیں ڈال دیں' کبھی طوفان اٹھتے' اور کبھی چلو پانی بھرتے تو خون بن جاتا' اور ایک مرتبہ تو ایسا عذاب مسلط کیا گیا کہ چالیس سال تک میدان تیہ میں سرگرداں رہے' انہیں منزل نہیں ملی۔

یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ نُؤمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ (ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں) کی بجائے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہا جائے' کہ ہم اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی بجا آوری کریں گے' تمام تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے' تمام ہدایات کی روشنی میں کام کریں گے' من مانیوں سے اجتناب واحتراز کریں گے' اسی میں نجات وفلاح ہے۔

اسلامی عقائد:

اب اسلام کے ان بنیادی عقائد ونظریات کی طرف توجہ کی جائے' جو اسلام نے ایک خاص حکمت کے تحت بتائے' ان کو تسلیم کر لینے سے انسان کا فائدہ ہے' اور انہیں نہ ماننے سے انسان کا سراسر نقصان ہے' سورۃ البقرہ میں نیکی کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (البقرہ)

کامل نیکی تو اس شخص کی ہے' جو اللہ پر ایمان لایا' آخرت کے دن پر ایمان لایا' فرشتوں پر ایمان لایا' کتابوں پر ایمان لایا اور انبیاء پر ایمان لایا۔

یہاں پانچ پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔

اللہ کی ذات پر ایمان۔

آخرت پر ایمان۔

فرشتوں پر ایمان۔

کتابوں پر ایمان۔

نبیوں پر ایمان۔

دوسرے مقام پر حضرت رحمت دو عالم ﷺ پر خاص طور پر ایمان لانے کا ذکر بھی ہے (لتؤمنن به) اور قرآن حکیم پر بالخصوص ایمان لانے کا ذکر بھی ہے' اور ان کا انکار کرنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے کہ جو ان پر ایمان نہیں لائے گا' وہ کافر ہے۔

اللہ کی ذات عالی پر ایمان لانے کا بار بار ذکر کیا گیا' اور اللہ کو اپنا معبود برحق' قادر مطلق اور رب ماننے والوں کو بشارت سنائی گئی۔

ارشاد ہے' اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ (حم السجدہ) جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے' پھر اس بات پر ڈٹ گئے' ان پر اللہ کے فرشتے اترتے ہیں۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں' اور اس پر اعتقاد رکھتے ہیں روزِ جزا کو مانتے ہیں' حشر نشر کو مانتے ہیں' اور اسی ایمان اور عقیدہ پر وہ اعمال صالح بھی کرتے ہیں' ان کے لیے اجر و ثواب کا مژدہ جان فزا سنایا گیا ہے ارشاد ربانی ہے'' مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ '' (البقرہ) جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور قیامت کے دن پر ایمان لایا' اور نیک اعمال کئے' اس کے لیے اللہ کے ہاں اجر و ثواب ہے۔ دوسرے مقام پر اہل ایمان کی علامت بتلائی گئی ہے' کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں' اور ایک مقام پر یوں کہا گیا کہ اگر تم اللہ پر ایمان لاؤ' اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اور اللہ سے ڈرتے رہو تو تمہارے لیے اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

کفار مکہ جبریل امین کی مخالفت کرتے تھے' کہ وہ حضور ﷺ پر وحی لاتا ہے' وہ حضور ﷺ کو ہمارے خلاف اکساتا ہے' اللہ تعالیٰ نے کفار و معاندین سے فرمایا کہ تم اگر جبریل کے دشمن ہو تو دوست ہمارے اور ہمارے نبی کے بھی نہیں ہو' اگر تم جبریل کی مخالفت کرو گے تو میں تمہارا دشمن ہوں گا۔

ارشاد ہے'' مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ '' (البقرہ) جو اللہ ملائکہ رسل جبریل اور میکائل کا دشمن ہوگا' تو پھر اللہ کافروں کا دشمن ہوگا۔

قرآن حکیم میں بہ کثرت اللہ پر ایمان لانے کا حکم ہے' رسولوں پر ایمان لانے کا حکم ہے کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے' اور ان کی تکذیب کرنے والوں کو سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں'' قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ '' (الانعام) جنہوں نے اللہ کی ملاقات کا انکار کیا وہ نقصان میں پڑ گئے' اہل تقویٰ کی علامات اور نشانیوں کا ذکر اس انداز میں فرمایا کہ وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی طرف اتاری جانے والی وحی پر ایمان لاتے ہیں' اور پھر یہ نہیں کہ وہ صرف وحی محمدی ﷺ پر ایمان

لائے ہیں بلکہ وہ تو تمام کتب سابقہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں' اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ راہ مستقیم و ہدایت پر گامزن ہیں۔

ارشاد ربانی ہے "وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ، وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (البقرہ) وہ لوگ (متقین) آپ کی طرف نازل کی گئی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں' اور آپ سے پہلے جو کتابیں اتاری گئیں ان پر ایمان رکھتے ہیں' اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں' وہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

قرآن حکیم کی مذکورۃ الصدر آیات سے اتنی بات ثابت ہو چکی ہے' کہ عقیدہ اور ایمان تب مکمل ہوتا ہے' جب انسان اللہ تعالیٰ کو مانے' اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کو مانے' اور انسان یہ یقین کرے کہ ہماری فلاح اور نجات کے لیے اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے بے شمار باتیں بتاتے ہیں' جو ہماری عقل وشعور' اور علم وادراک میں نہیں ہوتیں' جن باتوں کو ہم اپنے اسباب ووسائل کے ذریعے حاصل نہیں کر سکتے' انسان ان باتوں کی تصدیق کرے' کہ ہاں یہ باتیں منجانب اللہ آئی ہیں' انسان اگر فلاح ونجات کا مستحق بننا چاہتا ہے' تو پھر انبیاء کے ادیان کو تسلیم کرے اور پھر حضرت نبی اکرم ﷺ کے دین متین کو برحق سمجھے' کسی انسان کے مومن ہونے کے لیے یہ بات از حد ضروری ہے' کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کے احکامات اور اس کے انبیاء پر ایمان لائے' اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی ایک حکم کا بھی انسان نے انکار کر دیا تو وہ دائرہ ایمان میں داخل ہی نہیں ہو سکتا' وہ مسلمان اور مومن نہیں بن سکتا' اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے' اللہ کی ہستی کو مانتا ہے' مگر وہ اللہ کے رسولوں کو نہیں مانتا' اللہ کو تو مانتا ہے مگر اللہ کی کتابوں کا انکار کرتا ہے' اللہ کو مانتا ہے مگر اس کی ہدایات اور اس کے احکامات کا انکار کر دیتا ہے' تو یہ ماننا نہ ماننے کے برابر ہے' اسی طرح کوئی شخص حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول بھی مانتا ہے' نبی برحق بھی مانتا ہے' آخری رسول بھی مانتا ہے' کائنات کا سردار ومقتدیٰ بھی مانتا ہے' غرضیکہ حضرت ﷺ کو بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کا مصداق بھی تسلیم کرتا ہے' مگر زندگی کے کسی موڑ پر وہ یوں کہہ دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے قبر وحشر کے بارے میں جو کچھ کہا' جنت ودوزخ کے بارے میں جو کچھ کہا' میری عقل اس کو صحیح نہیں مانتی' اب ایسا شخص شریعت مطہرہ کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا' اہل ایمان کی فہرست سے نکل گیا' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مجرم بن گیا' دنیا وآخرت کی روسیاہی کا حقدار بن گیا' اور عذاب عظیم کا مستحق قرار پا گیا۔

ارشاد ربانی ہے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ"

عَلَى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ''(62) اہل ایمان تو دراصل وہ لوگ ہیں جو اللہ اس کے رسول کو دل سے مانیں' اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسول کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لیے بغیر نہ جائیں۔

امہات العقائد:

یوں تو قرآن وسنت میں بے شمار عقائد کا بیان موجود ہے' مگر ان میں تین عقیدے بڑے ہیں' توحید' رسالت اور عقیدہ آخرت' ان تینوں عقائد کو ''امہات العقائد'' کہا جاتا ہے' ان عقیدوں کی خصوصیت یہ ہے' کہ حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پورا نظام لے کر آئے ہیں' اس نظام کی مثال ایک محل کی ہے' اور یہ عقیدے اس محل کی بنیادوں کا کام دیتے ہیں' وہ نظام انہی تین بنیادوں پر کھڑا ہوتا ہے' انبیاءؑ کے اس نظام کو وہی شخص تسلیم کر سکتا جو ان تین بنیادوں کو مان لے' انسانی فکر اور عقیدے کے لحاظ سے ان بنیادوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ آئین ساز ہے' وہ قانون بناتا ہے' انبیاءؑ اس آئین وقانون کے نفاذ کی کوشش کرتے ہیں' اور اس قانون کو ماننے اور نہ ماننے والوں کو جزا وسزا کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں' جس کا حتمی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا' اس لیے ان تینوں عقائد کو بڑی اہمیت حاصل ہے' قرآن حکیم میں جگہ جگہ ان کا ذکر یکجا ملتا ہے' قرآن حکیم نے بتایا کہ مشرق ومغرب کی جانب منہ کر لینا کوئی بڑی نیکی نہیں ہے' بڑی نیکی تو اللہ پر ایمان ہے' آخرت پر ایمان ہے' فرشتوں' کتابوں اور نبیوں پر ایمان یہ بڑی نیکی ہے' قرآن حکیم کی سورۃ الفاتحہ میں ان تینوں کا ذکر اجمال کے ساتھ ہے' اور پورے قرآن میں تفصیل کے ساتھ ہے۔

عقائد کی اقسام:

مذکورہ امہات العقائد کی وضاحت کے بعد یہ تقسیم سمجھ لینا ضروری ہے' کہ عقائد کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ عقیدے ہیں جو حضرت ﷺ سے قطعیت اور یقین کے ساتھ ثابت ہیں' یعنی ایسے عقیدے جن میں کسی قسم کا شک' ریب اور تردد نہیں ہے' اور نہ ہی ایسا سمجھنے کی گنجائش ہے' اور ہر زمانہ اور دور میں ان کو اتنی شہرت حاصل رہی ہے' جس کی وجہ سے ان میں کسی قسم کے شک وشبہ' انکار و تکذیب کی گنجائش نہیں ہے۔

جیسے توحید ہے' رسالت ہے اور عقیدہ آخرت ہے' ان کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے اور ان کا ثبوت قرآن حکیم کی صریح آیات سے ملتا ہے اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی احادیث سے ملتا ہے'

قرآن مجید کا کتاب اللہ ہونا فرشتوں کا وجود آپ ﷺ کی بعثت سے قبل انبیاء کی آمد ہوئی، آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا، یہ تمام عقائد اسی قبیل سے ہیں۔

دوسری قسم ان عقیدوں کی ہے، جن کا ثبوت قابل اطمینان اور تسلی بخش بھی ہو اور پختہ بھی ہو، لیکن اس قطعیت کے باوجود ان کو ایسی شہرت حاصل نہیں، جس کے بعد کسی احتمال یا تاویل کی گنجائش ختم ہو جائے، مثلاً عذاب قبر، قیامت اور آخرت کی بعض تفصیلات، جیسے میزان، شفاعت، رویۃ باری تعالیٰ (اللہ کو دیکھنا) قیامت سے قبل دجال کا ظاہر ہونا، حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے زمین پر اترنا، یہ دوسری قسم کے عقائد ہیں، جن کا ثبوت تو حضرت نبی اکرم ﷺ سے پکا اور قابل اطمینان ملتا ہے، مگر تمام ثبوت ودلائل کے باوجود پہلی قسم والے عقائد کے پایہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

ضروریات دین:

عقائد کے باب میں اہل علم کی ایک اصطلاح ''ضروریات دین'' ہے، جن چیزوں کا ثبوت حضرت نبی اکرم ﷺ سے اس درجہ کا ہو کر ہر زمانہ و دور میں انہیں ایسا تواتر اور شہرت حاصل رہی ہو، جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش اور احتمال نہ ہو، انہیں ''ضروریات دین'' کہا جاتا ہے، ان میں سے کسی ایک بات کا انکار یا تکذیب کفر ہے۔

عقائد کا اختلاف:

حضرات صحابہ کرامؓ کے عقائد، اور نظریات ایک تھے، جو حضرت نبی اکرم ﷺ نے آپ کو بتائے اور سکھائے، کسی صحابی کی رائے عقائد کے سلسلہ میں دوسرے سے مختلف نہ تھی، رفتہ رفتہ جب اسلام کی تعلیمات عام ہوئیں، دولۃ اسلامیہ کا میدان وسیع ہوا، اطراف واکناف سے انسانوں کا ایک ہجوم تھا، جو اسلام میں داخل ہو رہا تھا، اپنے اپنے علاقے اور مقام کے عقائد ونظریات والوں نے بھی اسلام کو مان لیا، اب دینوی اسباب کے تحت ان مختلف الخیالات لوگوں کی مکمل ذہن سازی نہ ہو سکی، وہ باوجود اسلام قبول کرنے کے انہی عقائد وخیالات پر جمے رہے جو اسلام سے پہلے تھے، جب یہ لوگ واپس اپنے اپنے علاقوں میں پہنچے تو انہوں نے اسلام کے نام پر ہی کام کا آغاز کیا، ان مختلف ذہنوں کا مختلف خیالات کے مطابق کام شروع کرنا تھا، کہ عقائد وخیالات میں ایک فکری انتشار پیدا ہو گیا، اس روش سے نت نئے نئے فرقے جنم لیتے گئے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے عقائد میں یکسانیت تھی، لیکن غریب الدیار اور بعید الوطن لوگ جو اپنے زعم وخیال کے مطابق اپنے کو مسلمانوں میں شمار کرتے تھے، انہوں نے اپنی پرانی روش اور ڈگر بر

چل کر اپنے نظریات کا پرچار کیا' اگر وہ لوگ فروعی مسائل میں اختلاف کرتے تو امت میں شاید اتنی پھوٹ اور انتشار نہ پیدا ہوتا' مگر ان کے اختلافات عقائد اور اصول کی حد تک پہنچ گئے تھے' اگرچہ ان فرقوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں لیکن پھر بھی شروع میں ایک سلسلہ اختلاف پیدا تو ہوا' اب ایک طرف یہ نئے گروہ اور نئے فرقے پیدا ہو رہے تھے' دوسری طرف مسلمان اپنے سچے موقف اور عقیدے کا پرچار اور دفاع کر رہے تھے۔

جب اسلام کا نام لے لے کر بعض امت کو راہ راست پر لانے کی بجائے گمراہی کے بھیانک اور مہیب غاروں میں دھکیل رہے تھے' اس وقت مسلمانوں نے ایک معیار قائم کیا' جس کے مطابق اندازہ کر لیتے تھے کہ سچ اور جھوٹ کیا ہے؟ ان کے پاس ایک میزان تھا' جس کے دو پلڑے تھے' اللہ کی تعلیمات کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں سمجھتے تھے' دوسری طرف نبوت کے سراج منیر سے روشنی حاصل کرنے والے حضرات صحابہ کرامؓ کے طرز زندگی کو دیکھتے تھے' جو چیز اللہ کے احکام' اللہ کے رسولؐ ' اور حضرات صحابہ کرامؓ کے نمونہ زندگی کے مطابق ہوتی تھی وہ تسلیم کر لیتے تھے' اور دوسری چیزوں کو پھینک دیتے تھے۔

حق تعالیٰ نے تشتت' اختلاف اور انتشار سے بچنے کی راہ بتائی ہے' کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا جائے' اور اللہ کی رسی اللہ کی کتاب ہے' اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تـرکـتُ فِـیکُـم اَمـرَیـنِ لَـنْ تَـضِلُّوا مَا اِنْ تَمَسَّکْتُم بِهِمَا'' کتاب اللہ و سنتی (مشکوٰۃ) تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' اگر تم ان کو مضبوطی سے تھام لو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے' انہی دو چیزوں کو رسی سے تعبیر کیا گیا'' وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا '' (پ 4) سارے مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ' فرقہ نہ ہو جاؤ' اختلافات کی رونمائی کے وقت اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو ماننے اور ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے' جو دراصل عقائد کی بنیاد اور اساس ہیں۔

اسلامی عقائد کا نقشہ:

گزشتہ صفحات میں ہم عقائد کے بارے میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں' اب یہاں اجمالی طور پر بعض عقائد کا ذکر کیے جاتے ہیں اور آئندہ صفحات میں چند عقائد پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔

1- انسان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ سارا جہان جو آج ایک وجود رکھتا ہے پہلے کچھ بھی نہ تھا' اللہ نے نیست کو ہست اور نابود کو وجود بخشا۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (مومن 24)

2- اللہ یکتا ہے' وہ بے نیاز ہے' کسی کا محتاج نہیں ہے' کسی کا باپ نہیں اور نہ ہی کسی کا بیٹا ہے ''لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ'' (اخلاص)

3- اللہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا' وہ بے مثل و بے مثال ہے' وہ زندہ ہے' ہر چیز پر قادر ہے' کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے' وہ سب کچھ دیکھتا سنتا ہے' وہی قابل عبادت و پرستش ہے' وہ لاشریک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے' وہ مصائب و مشکلات سے نجات دیتا ہے' وہی گرفتار بلا کرتا ہے' وہی عزت دیتا ہے' وہی ذلت دیتا ہے' وہی تاج و تخت سے نوازتا ہے' وہی ملک کو تاخت و تاراج کرتا ہے' روزی رساں وہی ہے' روزی فراخ اور تنگ وہی کرتا ہے۔

4- اللہ نے بندوں کو ایسے کام کا حکم نہیں دیا' جو وہ کر نہ سکیں۔

5- اللہ کی صفات ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی' وہ بندوں کی صفات سے پاک ہے' اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن میں کبھی لفظ ''ہاتھ'' اور ''پنڈلی'' وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے ان کے معانی کو اللہ کے سپرد کیا جائے۔

6- دنیا میں برا ہو یا بھلا یہ سب منجانب اللہ ہوتا ہے' کسی کام کے وجود میں آنے سے پہلے، اسے اللہ ہی جانتا ہے' اچھی یا بری تقدیر بھی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

7- اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز ضروری نہیں ہے' وہ کسی پر مہربان ہو جائے یہ اس کا فضل و احسان ہے۔

8- حضرت انبیاؑء اللہ کے پیغامبر بن کر تشریف لائے' سارے انبیا معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں۔

9- انبیاؑء کی صحیح تعداد اللہ ہی جانتا ہے' بعض انبیاء کے نام اللہ نے بتائے اور بعض کے نہیں بتائے۔

10- انبیاؑء کے ہاتھوں بعض اوقات خرق عادت باتوں کا صدور ہوا' جنہیں معجزات کہا جاتا ہے' معجزے کے صدور میں ہاتھ نبی کا ہوتا ہے اور کارنامہ وقدرت خدا کی ہوتی ہے' کرامت ولی کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے اور اس میں کمال خدا کا ہوتا ہے۔

11- انبیاؑء میں بعض کا مرتبہ بعض سے بلند رکھا ہے' سب سے بڑا مقام و رتبہ حضرت محمد ﷺ کا ہے۔

12- حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں' آپ سے نبوت کا محل مکمل ہو گیا کسی نئے نبی کی نبوت کی

گنجائش ختم ہوگئی ہے' آپ ﷺ کے بعد ہنگامہ یوم النشور تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

13- حضرت نبی اکرم ﷺ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔

14- حضرت رسول رحمت ﷺ کو عالم بیداری میں معراج ہوئی' مکہ سے بیت المقدس' وہاں سے ساتوں آسمانوں تک اور پھر وہاں سے وہاں تک جہاں رب نے چاہا آپ کو لے جایا گیا' یہ معراج حالت خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں ہوئی۔

15- فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا' اور ہماری نظروں سے انہیں اوجھل رکھا گیا' وہ اللہ کے احکامات کی نافرمانی نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جس کام میں لگا دیا ہے' اسی کام میں لگے ہوئے ہیں' فرشتوں کی تعداد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا' فرشتوں میں بڑے چار ہیں۔

جبرائیلؑ ' انبیاءؑ پر کتابیں اور ربانی پیغام لاتے رہے۔

میکائیلؑ' بارش کا انتظام کرتے ہیں۔

اسرفیلؑ' قیامت کے دن صور پھونکیں گے' جس سے ساری کائنات فنا ہو جائے گی۔

عزرائیلؑ' جانوں سے روح نکالتے ہیں۔

16- جنات کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا فرمایا ور انہیں ہماری نظروں سے اوجھل رکھا' ان میں نیک و بد سب ہی ہوتے ہیں' ان میں سب سے زیادہ شرارتی ابلیس ہے۔

17- جب انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کثرت اور انہاک سے کرتا ہے' گناہوں سے بچتا ہے' دنیا سے بے رغبتی اختیار کرتا ہے' حضرت رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے تو وہ اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔

18- اللہ کے ولی سے بعض خارق عادت باتیں رونما ہوتی ہیں' جنہیں عام لوگ نہیں سمجھتے' ان کو کرامت کہا جاتا ہے۔

19- ولی' ولی ہوتا ہے' کتنے ہی بلند و اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے کسی نبی کے رتبہ و مقام تک رسائی نہیں کرسکتا۔

20- کوئی آدمی خدا کا کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو جائے' ہوش و حواس کی حالت میں وہ شریعت کا پابند ہے اور یہ پابندی اس پہ فرض ہے' اس قرب و دوستی کی بناء پر نماز' روزہ اور دوسری کوئی عبادت اسے معاف نہیں ہوتی۔

21- جس شخص کے کام شریعت کے خلاف ہوں' وہ کیسے ہی کرتب کیوں نہ دکھائے؟ ولی نہیں

ہوسکتا' اگر اس سے ایسی بات ظاہر ہو جائے جو عام انسانوں سے کم صادر ہوتی ہے' تو اس پر اعتقاد و یقین نہیں رکھنا چاہیے۔

22- اولیاء اللہ کو حالت خواب یا حالت بیداری میں بعض باتیں دکھائی دیتی ہیں' انہیں کشف اور الہام کہا جاتا ہے' اگر یہ شریعت کے مطابق ہوں تو قابل قبول ہیں اور اگر اس کے خلاف ہوں تو مردود ہیں۔

23- اللہ نے قرآن حکیم میں اور حضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں دین کی باتیں بتادی ہیں' دین مکمل و کامل شکل میں موجود ہے' اپنی طرف سے دین میں نئی نئی باتیں شامل کرنا اسے بدعت کہا جاتا ہے' جو مردود ہے۔

24- اللہ تعالیٰ نے آسمان سے چار کتابیں اتاریں۔

توریت' حضرت موسیٰؑ پر۔

زبور' حضرت داؤدؑ پر

انجیل' حضرت عیسیٰؑ پر

قرآن کریم' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس پر۔ علاوہ ازیں اور بے شمار صحائف اتارے گئے۔ تمام صحائف اور تمام کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں' ساری کتابوں میں ردوبدل اور تحریف کر دی گئی ہے' لیکن قرآن حکیم من وعن' کامل و مکمل اسی حالت میں آج محفوظ ہے' جس طرح حضرت ﷺ تلاوت فرماتے تھے' جس طرح حضرات صحابہ کرامؓ کو یاد تھا' اور جس طرح لوح محفوظ پہ موجود ہے۔

25- حضرت نبی اکرم ﷺ کو جن لوگوں نے حالت ایمان میں' ایمان والی آنکھ سے دیکھا اور اسی عالم میں وہ دنیاء فانی سے رحلت فرما گئے' ان کو "صحابی" کہا جاتا ہے' ان کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے' اگر چہ وہ معصوم نہ تھے' مگر محفوظ ضرور تھے' اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کیا ہے' ان کو جنت کی بشارت دی ہے۔ ان تمام صحابہ کرامؓ میں ازروئے سنت چار صحابہ کرامؓ کو بڑی فضلت حاصل ہے' جن کو اسی ترتیب سے خلافت علی منہاج النبوۃ کا شرف حاصل ہوا۔

1- حضرت ابوبکر صدیقؓ۔

2- حضرت عمر فاروقؓ۔

3- حضرت عثمان غنیؓ۔

4- حضرت علی المرتضیٰؓ

حضرت علیؓ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ بھی چھ ماہ خلیفہ رہے' حضرت امیر معاویہؓ بھی خلیفہ رہے' حضرت زبیرؓ بھی۔ لیکن حضرات صحابہ کرامؓ میں قرآنی خلافت کا وعدہ مہاجرین سے کیا گیا تھا' جو سب کچھ مکہ میں چھوڑ چھاڑ کر مدینہ میں آباد ہو گئے تھے۔ پہلے چار خلفاء کی خلافت کو خلافت راشدہ موعودہ کہا جاتا ہے اور دوسرے خلفاء کی خلافت کو خلاف راشدہ غیر موعودہ کہا جاتا ہے۔

26- صحابی رسول ﷺ کا اتنا بلند مرتبہ ہے' کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

27- حضرت رحمت دو عالم ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں اور چار بیٹیاں تھیں' سب قابل تعظیم و اکرام ہیں' نبی ﷺ کی بیویاں اُمت کی مائیں ہیں' آپ ﷺ کی ازواج میں سب سے بڑا مقام حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کا ہے اور بیٹیوں میں سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا رتبہ بلند ہے۔

28- انسان کا ایمان اس وقت مکمل ہوتا ہے' جب وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں کو سچا سمجھے اور ان تمام باتوں کو تسلیم کرے' حق تعالیٰ شانہ اور آپ کے رسول برحق کی کسی بات میں شک و شبہ رکھنے سے انسان کا ایمان جاتا رہتا ہے' آپ ﷺ کی کسی بات کو حقیر سمجھنا یا اس کا مذاق اڑانا یہ بھی ایمان کو لے ڈوبتا ہے۔

29- گناہ کو حلال سمجھنا ایمان کے لیے زہر قاتل ہے۔

30- گناہ کتنا ہی بڑا ہو' جب تک اسے بُرا سمجھتا رہے گا اس کا ایمان برقرار رہے گا' البتہ اس میں کمزوری آجائے گی۔

31- اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکل جانا اور اس کی رحمت سے نا امید ہو جانا کفر ہے۔

32- کسی سے پوشیدہ وغیب کی باتیں پوچھنا کفر ہے۔

33- عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' انبیاءؑ کو وحی کے ذریعہ بعض باتوں سے مطلع کیا گیا' ولیوں کو کشف و الہام سے بعض آثار دکھائے جاتے ہیں اور عام لوگوں کو قرائن و علامات سے بعض باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

34- کسی کا نام لے کر کافر کہنا یا لعنت کرنا بڑا گناہ ہے' ہاں یوں کہہ سکتے ہیں ظالموں پہ لعنت' جھوٹوں پہ لعنت' ہاں جن لوگوں کو قرآن و سنت میں کافر و ملعون کہا گیا ہے انہیں کافر کہنا

اور ان پر لعنت کرنا گناہ نہیں ہے۔

35- انسان جب مر جاتا ہے' تدفین کے بعد منکر نکیر دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں' تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ مومن بندہ درست درست جواب دے دیتا ہے' اس کے لیے آرام وسکون کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے' جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبو آتی رہتی ہے' اور وہ مزے سے سو رہتا ہے' اور اگر وہ مومن نہ تھا' تو ہر سوال کے جواب میں لاعلمی کا اظہار کرے گا' اس پر قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا۔

36- موت کے بعد ہر صبح وشام مردے کو ٹھکانہ دکھلایا جاتا ہے' جنتی کو جنت دکھا کر خوشخبری دی جاتی ہے اور دوزخی کو دوزخ دکھا کر اس کی حسرت میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

37- مرنے کے بعد مردہ کے لیے دعاء کی جائے' یا صدقہ وخیرات اس سے اس کو ثواب پہنچتا ہے' اور اس سے اس کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

38- قیامت کی جو جو نشانیاں حضرت ﷺ نے بتلائی ہیں' وہ سب درست ہیں' امام مہدیؑ آئیں گے' اور انصاف کی حکمرانی کریں گے' کانا دجال نکلے گا' اور دنیا میں فساد مچائے گا' اسے مارنے کے لیے حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے' اور اسے قتل کر دیں گے' یاجوج و ماجوج زمین پر پھیل جائیں گے اور خوب اودھم مچائیں گے' پھر قہر الٰہی سے ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا' اور آدمیوں سے باتیں کرے گا' سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا' قرآن مجید اٹھ جائے گا' اور تھوڑے دنوں بعد مسلمان مر جائیں گے' اور ساری دنیا کافروں سے بھر جائے گی۔

39- جب قیامت کی ساری نشانیاں مکمل ہو جائیں گی' تو حضرت اسرافیل اللہ کے حکم سے صور پھونکیں گے' یہ صور ایک بہت بڑے سینگ کی شکل کا ہے' اس صور کی آواز سے زمین و آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے' تمام مخلوقات مر جائیں گی' اور جو مر چکے ان کی روحیں بے ہوش ہو جائیں گی۔

40- جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا' کہ ساری دنیا پھر سے زندہ ہو جائے' تو حضرت اسرافیل پھر دوبارہ صور پھونکیں گے' اس سے ساری دنیا دوبارہ زندہ ہو جائے گی' مردے زندہ ہو کر میدان محشر میں اکٹھے ہو جائیں گے' اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جائیں گے' آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سفارش کریں گے' ترازو

قائم کیا جائے گا' اچھے اور برے اعمال تولے جائیں گے' ان کا حساب ہوگا' بعضے لوگ بے حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے' نیکوں کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' اور بدکاروں کو بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

41- حضرت نبی اکرم ﷺ حوض کوثر پہ اپنی امت کو پانی پلائیں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا' پل صراط پہ چلنا ہوگا' نیک لوگ اس سے پار ہو کر جنت میں داخل ہو جائیں گے اور بدکار لوگ اس سے کٹ کٹ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔

42- جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں' دوزخ میں سانپ' بچھو' اور طرح طرح کا عذاب ہے' دوزخیوں میں جن کا ذرا بھر ایمان ہوگا وہ اپنی سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے' اور کافر و مشرک ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔

جنت اللہ کی نعمتوں کا گھر ہے' جہاں کوئی خوف و غم نہیں ہوگا' نہ اس سے نکالا جائے گا اور نہ وہاں موت آئے گی۔

علاوہ ازیں بے شمار عقائد ہیں' جو قرآن وسنت میں بیان کئے گئے۔

(ماخوذ از بہشتی زیور)

ایمان باللہ

یہ بات تو ہم سمجھ چکے ہیں' کہ شریعت نے کئی چیزوں پر ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا حکم دیا ہے'ان میں سے بعض کے بارے میں اختصار کے ساتھ بحث ہو چکی ہے' لیکن ان میں بعض باتیں وہ ہیں جو سارے دین اور ایمان کا مرکز اور محور ہیں'ان کے بغیر نہ دین دین ہے' نہ ایمان ایمان ہے' نہ عقیدہ عقیدہ ہے' اور نہ ہی اسلام' اسلام ہے' گویا کہ وہ سارے نظام کی اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں' ان پر صراحتہً ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے' ان میں سے بعض کا تعلق حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات و صفات کے ساتھ ہے' اور بعض کا تعلق رسولوں پر ایمان لانے کے ساتھ ہے اور بعض کا فرشتوں اور آخرت پر ایمان لانے کے ساتھ ہے' ہم اب اس اعتقادی اور ایمانی حصہ پر بحث کرتے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہے' جو کہ سب سے اہم الاہم' اور اخص الخصوص ہے۔

اللہ کے معنی:

ہم ایک عظیم الشان ہستی کے بارے میں گفتگو اور بحث کرتے اور سنتے رہتے ہیں' مگر ابتدائی بات کم ہی سنی اور کہی جاتی ہے' وہ بات لفظ اللہ کے معانی سے متعلق ہے (1) لفظ اللہ' اِلٰہ سے ہے' لغت عرب میں اَلْاِلٰہ کا معنی ہے معبود' خدا (2) اللہ ذات واجب الوجود کا نام ہے (3) لغت عرب میں اسی مادّے سے اَلَہ' اس کا معنی ہے معبود بنانا' خدا کا مرتبہ دینا' (3) اللہ کا معنی فارسی زبان میں خدا' ہندی زبان میں ''دیوتا'' انگریزی زبان میں ''گاڈ'' ہے (4) عربی لغت میں اِلٰہ کا معنی ہے ''مستحق عبادت''۔ (5) اللہ' خدا تعالیٰ کا اسم ذات ہے' جو واجب الوجود ہے' اصطلاح میں اللہ کسے کہتے ہیں؟

اَللّٰہُ ھُوَ عَلَمٌ' لِذَاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعُ لِجَمِیْعِ الصِّفَاتِ الْکَمَالِ الْمُنَزَّہ' عَنِ النَّقْصِ وَالزَّوَالِ ''اللہ ایسی ذات عالی کا نام ہے' جو واجب الوجود ہے' تمام صفات کمال کی جامع ہے' اللہ ایسی ذات کو کہتے ہیں جو نقص اور زوال سے منزہ اور پاک ہو۔

اللہ کے بارے میں عقیدہ:

اسلام کے اعتقادی و عملی نظام میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں عقیدہ و ایمان رکھنا بنیادی و اساسی حیثیت رکھتا ہے' سب ایمانیات و اعتقادات میں یہ اصل الاصول ہے' اور باقی اعتقادات اس کی فرع ہیں' اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمیں جو کچھ بتایا گیا' اور جو ہم عقیدہ و ایمان

رکھتے ہیں اس کا لب لباب یہ ہے کہ

1- اللہ ایک عظیم ہستی کا نام ہے، جو موجود ہے، لیکن اسے کسی نے پیدا نہیں کیا۔

2- اللہ ہی اس رنگارنگ کائنات کا یکے وتنہا رب اور مالک ہے۔

3- اللہ تعالیٰ ایسی ذات کا نام ہے، جو اس تمام کائنات کا اکیلے مالک ومختار ہے، اس کے تصرفات میں اس کی اپنی منشاء شامل ہے، کوئی غیر اس کے کاموں میں دخیل نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

4- اللہ ایسی ذات ہے، جو اکیلے ہی ہم سب کی عبادات کے لائق ہے، عبادات میں کوئی دوسرا اس کا شریک وسہیم نہیں ہے۔

5- وہ خالق ہے، جو چیزوں کو نیست سے ہست کرتا ہے، عدم سے وجود میں لاتا ہے۔

6- وہ رب ہے، جو اپنی مخلوق کو رزق دیتا ہے۔

7- وہ علیم ہے ~~ہر بات~~ خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اس سے باخبر ہے۔ اس وقت کیا ہو رہا ہے، آئندہ کیا ہوگا۔ سب وہ جانتا ہے۔

8- وہ حکیم ہے، اس کے تمام کام حکمت سے پُر ہوتے ہیں۔

9- وہ عزیز ہے، جو ہر شے پر غالب اور طاقت ور ہے۔

10- وہ علول ہے، اس کا ہر کام اندازے کے مطابق ہے، کسی کام میں بے عدلی و ناانصافی نہیں کرتا۔

11- وہ احد اور صمد ہے، کوئی اس جیسا نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم نے بارہا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیا، اللہ کی ذات عالی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ کی جتنی صفات ہیں ان کو تسلیم کیا جائے اللہ کے احکامات کو مانا جائے، اور جو جو اوامر ہیں انہیں مان کر نواہی سے بچا جائے۔ انسان اللہ پر اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ ایک ذات واجب الوجود کا نام ہے، اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ کا وجود:

اللہ تعالیٰ ان دیکھی ہستی کا نام ہے، جس کے وجود اور ہستی سے انکار کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے، قرآن حکیم نے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور وجود پر زیادہ زور دینے کی بجائے دوسرے عقائد پر زیادہ زور دیا ہے، لیکن پھر بھی کہیں کہیں اشارات ضرور ملتے ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کائنات کا ذرہ ذرہ شاہد ہے۔

ہمارے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں یہ اعتقاد موجود ہے' کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس نے دورازکار مباحث میں پڑنے کی بجائے انسان کو اپنے وجود میں غور کرنے کا حکم دیا ہے

''وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ'' (ذاریت)

اور یقین لانے والوں کے لیے زمین میں ہماری نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں' اور خود تمہارے اندر بھی ہیں' تو کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا یقیناً ہمارے اندر اور ہمارے اردگرد اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ واقعتہً ان کا صانع کوئی ہے' یہی وجہ ہے کہ ہمارا دل غیر شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے پر اذعان و یقین رکھتا ہے' البتہ ہماری عقل اور ہمارا دماغ دلائل کے ذریعے اس پر ایمان لاتا ہے۔

جو انسان خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار اور نفی کرتا ہے' وہ تو احمق ہے' اس کی مثال تو ایسی ہے' جیسے ایک شخص بچہ بغل میں دبائے چل رہا ہو اور یہ کہہ رہا ہو کہ میں نے کبھی بچہ دیکھا تک نہیں' یا پھر جس شخص کا سارا لباس پانی سے بھیگا ہو' اور اس کے جسم سے پانی ٹپک رہا ہو' مگر وہ کہے کہ میں نے ساری عمر کبھی پانی کو دیکھا تک نہیں ہے' ایسا ہی اگر وہ اپنے جسم کے ایک ایک حصہ کو دیکھنے کے باوجود سوچتا نہیں تو اس پہ کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے' اس لیے کہ ایسے لوگ ان چیزوں پہ غور کی بجائے مادیت کے اوپر بھروسہ رکھتے ہیں' ان کی زندگی کا نشیب و فراز' اوڑھنا بچھونا یہی ہے کہ کھایا کیسے جائے؟ اور ہضم کیسے کیا جائے؟ ان کی زندگی ہگنا' موتنا اور کھانا' پینا یہی ہے' وہ اپنے سر کی کھوپڑی سے لے کر پاؤں کے ناخن تک ایک ایک حصہ پر حق تعالیٰ کی عظمت کا شاہکار نہیں دیکھتے' اور نہ ہی اس پر غور و فکر کرتے ہیں۔

لیکن ایک مسلمان جسے اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور سے نوازا ہے' اور وہ اسے کام میں لاکر سوچتا ہے' وہ اس بات پر غور کرتا ہے' کہ دنیا میں آنے سے پہلے وہ اپنی ماں کے پیٹ میں حالت جنین میں تھا' جنین بننے سے پہلے اپنے باپ کی صلب میں زندہ جرثومہ تھا' اس سے قبل وہ خون کے قطروں کی شکل میں اپنے باپ کی رگوں میں رواں دواں تھا' اور پھر وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ خون کہاں سے پیدا ہوا؟ تو وہ اس نتیجے پہ پہنچتا ہے' کہ خون اس غذا سے بنا جو اس کے باپ نے کھائی تھی' اور پھر وہ سوچتا ہے کہ یہ غذا کہاں سے آئی؟ سبزیات تھیں' یا جانوروں کا گوشت جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ زمین کا چارہ کھایا ہوگا۔

پیدا ہونے سے پہلے انسان کسی ایک مرحلے سے نہیں کئی مراحل سے گزرتا ہے' ایسا انسان سوچتا ہے' کہ کیا میں بغیر کسی خالق کے خود پیدا ہو گیا ہوں اور عدم سے وجود میں آ گیا ہوں' بھلا ایک

آدمی خود کیسے وجود میں آ سکتا ہے؟ یہ ایک انسان سوچتا ہے' اور پھر اس کا دماغ اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ ہاں پیدا کرنے والی ذات کوئی ہے۔

2- حضرت سیدنا ابراہیمؑ کی تحقیق حق کا ایک عجیب واقعہ ملاحظہ ہو' جب انہوں نے اپنے باپ آزر کو دیکھا' کہ وہ اپنے اوزاروں سے بت تراشتا ہے' اور پتھر کی ایک مورت بنائی جاتی ہے' پھر اسے ان کے والد اور قوم معبود مان لیتے ہیں' اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ انسان پہلے ایک مورت کو خود تراشے اور پھر اس کے بعد اس کی عبادت کرے' یعنی پہلے ہم خود ایک خدا بنائیں اور پھر اس کی پرستش کریں ایسا نہیں ہو سکتا؟ پھر حضرت ابراہیمؑ نے خالق ارض وسماء کی تلاش شروع کی کہ وہ کہاں ہے؟ مسئلہ پر غور وخوض شروع ہو گیا' رات کی تاریکی چھانے لگی' ستارے چمکنے لگے' یہ ستارے ہاتھ سے بھی بنتے نہیں دیکھے اور نہ انسان نے پرستش کے لیے انہیں بنایا ہے' تو حضرت نے سمجھا کہ جس کے وہ متلاشی تھے وہ یہی ستارے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ یہ دیکھ ہی رہے تھے کہ چاند طلوع ہوا' ستارے ڈوبتے نظر آئے' حضرت نے فرمایا یہ ستارے کیسے خدا ہو سکتے ہیں؟ یہ چاند ہی ان کا مقصود ہے' حضرت کافی دیر اس کا نظارہ کرتے رہے' جب رات ڈھلنے لگی' چاند ڈوبنے لگا' اور سورج نکلنے لگا تو آپ نے سوچا یہ ہے مطلوبہ شے' چاند کیسے خدا ہو سکتا ہے؟ جو کچھ دیر بعد ڈوب جاتا ہے' میں اسے نہیں مانتا' سورج چڑھتا ہے' رات کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں' دن کا اجالا ہونے لگتا ہے' لیکن جب سورج غروب ہو گیا' کائنات تاریک ہو گئی' تو حضرت ابراہیمؑ نے سوچا کہ یہ کیسا خدا ہے؟ جو پسپا ہو کر اپنی مملکت سے کنارہ کش ہو گیا' پھر وہی یقین کامل ہوا' کہ اللہ ہی خالق اور معبود ہے' حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک نہیں تھا' بلکہ صرف بت پرستوں کو سمجھانا مقصود تھا' قرآن کریم نے بھی بتایا کہ ''اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ '' (الطّور) کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق کے پیدا ہو گئے ہیں' یا یہ خود اپنے خالق ہیں' معلوم ہوا کہ انسان کا خالق اللہ ہے' جو موجود ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل میں سے ایک یہ ہے' کہ اللہ تعالیٰ نے قدرت کا جو عجیب و غریب نظام بنایا' یہ کسی ہستی کی کاریگری ہے' جو ایک دانے کو پھاڑنے جو ایک زندہ سے مردہ کو نکال کر باہر لائے اور مردہ کو زندہ سے نکال کر باہر لائے' یہ نظام ایک خاص تکنیک سے چلتا ہے

''اِنَّ اللّٰهَ فٰلِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ'' (الانعام)

بے شک اللہ ہی پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی کا' وہی زندہ کو مردہ سے' اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے' یہ کرنے والا اللہ ہی ہے پھر تم کہاں بہکتے ہو؟

انسان ذرا اس پر بھی غور کرے، کہ آخر کون سی ذات ہے، جو ایسا کرتی ہے، کسان کھیت میں دانے پھینکتا ہے، پھل کی گٹھلی کو زمین میں روپوش کر دیا جاتا ہے، پھر ان کو زمین کے اندر ہی اندر حرکت دینے والا، پھر انہیں نرم و نازک شکل میں زمین کے ڈھیلوں کے درمیان سے باہر نکالنے والا کون ہے؟ بے جان چیزوں سے جاندار اور جاندار سے بے جان پیدا کرنے والا، انڈے سے مرغی اور مرغی سے انڈا پیدا کرنے والا کون ہے؟ قرآن حکیم نے انسان کے روزمرہ کے تجربات و مشاہدات کو سامنے رکھ کر ایسی مثالوں کا ذکر کیا ہے، اور پھر اس سے بڑھ کر انسان کو اپنے وجود پر غور کا حکم دیا ہے، کہ ذرا یہ دیکھ تجھے شنوائی کس نے دی؟ تجھے بینائی کس نے دی؟ تجھے گویائی کس نے دی؟ پکڑنے کی قوت کس نے دی؟ چلنے پھرنے کی طاقت کس نے دی؟ ظاہر ہے یہ سب کچھ دینے والی ذات اللہ کی ہے۔

4- ہندوستان کے مایہ ناز عالم مولانا محمد منظور نعمانی نے اللہ کی ہستی پر ایک گفتگو کے دوران کہا، کہ ایک دفعہ ایک ایسے صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں شک رکھتے تھے، اور اس پر بحث کرنا چاہتے تھے، میں نے اپنی جیب سے کاغذ کا ایک پرزہ نکال کر اُن کے سامنے رکھتے ہوئے کہا، کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس کاغذ پر جو حروف لکھے ہوئے ہیں وہ کسی لکھنے والے نے نہیں لکھے ہیں، بلکہ آپ سے آپ لکھے گئے ہیں، تو کیا میری اس بات کو مان لیں گے، یا اس کا امکان بھی تسلیم کر لیں گے؟ انہوں نے کہا نہیں یہ ناممکن ہے، پھر میں نے کہا اور اگر اسی طرح میں اپنی گھڑی کے متعلق آپ سے کہوں کہ یہ کسی بنانے والے نے بنائی نہیں ہے۔ بلکہ آپ سے آپ بن گئی یا اگر کسی دوڑتی ہوئی موٹر کے متعلق میں آپ سے کہوں کہ اس کو کسی نے بنایا نہیں ہے بلکہ یہ آپ سے آپ بن گئی ہے، اور کوئی ڈرائیور اس کو چلا نہیں رہا ہے، بلکہ یہ آپ سے آپ دوڑ رہی ہے اور ہر موڑ پر خود ہی قاعدہ کے مطابق مڑ جاتی ہے، تو کیا آپ میری ان باتوں کو باور کر سکیں گے؟

ان صاحب نے جواب دیا کہ ان میں سے تو کسی بات کو بھی عقل تسلیم نہیں کر سکتی، میں نے ان سے کہا کہ اللہ کے بندے، موٹر، فونٹین پن، اور گھڑی جیسی چیزوں کے متعلق تو آپ کی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ یہ آپ سے آپ بن گئی ہیں۔ اور اس کاغذ پر لکھے ہوئے ٹیڑھے ترچھے ان چند حروف کے متعلق بھی آپ کی عقل کسی طرح نہیں مان نہیں سکتی کہ یہ آپ سے آپ لکھے گئے ہیں، لیکن چاند سورج جو ایک حیرت انگیز حکیمانہ نظام کے ساتھ چل رہے ہیں اور ان سے بھی عجیب تر انسان کی ہستی، اس کا دل و دماغ، اور اس کی آنکھیں اور اس کے کان اور اس کی زبان، ان سب کے متعلق آپ کی عقل یہ مان سکتی ہے، کہ بغیر کسی کے بنائے آپ سے آپ یوں بن گئے ہیں؟ پھر میں نے کہا کہ جس

طرح آپ کے نزدیک یہ بات بالکل بدیہی اور نا قابل بحث ہے کہ کاغذ کے اس پرزہ پر جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے کسی لکھنے والے نے لکھا ہے' اور اس گھڑی اور فونٹن پن کو کسی بنانے والے ہی نے بنایا ہے' اور موٹر بھی کسی کارخانہ میں بنی ہے' اور اگر وہ چل رہی ہے تو یقیناً کسی چلانے والے کے چلانے سے چل رہی ہے' اسی طرح یہ بات اس سے بھی زیادہ بدیہی اور قطعاً نا قابل بحث ہے کہ چاند' سورج اور انسان وحیوانات اور یہ ساری کائنات کسی حکیم وخبیر اور کسی کامل القدرت ہستی کی بنائی ہوئی ہے اور اس میں شک اور بحث کرنا اپنی فطرت کے مسخ ہو جانے یا عقل سے اپنے کو بالکل کورے ہونے کا ثبوت دینا ہے۔(دین وشریعت ص34)

5- کسی دیہاتی سے پوچھا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے؟ تو اس دیہاتی نے کہا" يَا سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْبَحْرَ لَيَدُلُّ عَلَى الْبَعِيْرِ وَاِنْ' اَثَرَ الْاَقْدَامِ لَتَدُلُّ عَلٰى الْمَسِيْرِ فَسَمَآءٌ' ذَاتُ اَبْرَاجٍ ' وَاَرْضٌ' ذَاتُ فِجَاجٍ' وَبِحَارٌ' ذَاتُ اَمْوَاجٍ اَلَايَدُلُّ ذٰالِكَ عَلٰى وُجُوْدِ اللَّطِيْفِ الْخَبِيْرِ "(ابن کثیرؒ) مینگنی کی موجودگی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہے' زمین پر پاؤں کے نشانات سے علم ہوتا ہے کہ کوئی گزرنے والا گزر گیا ہے' تو کیا یہ برجوں والا آسمان' یہ راستوں والی زمین پر موجیں مارنے والے سمندر اللہ تعالیٰ کے لطیف وخبیر ہونے کی راہنمائی نہیں کرتے؟

6- حضرت امام مالکؒ سے ہارون رشید نے پوچھا کہ اللہ کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا زبانوں کا مختلف ہونا' آوازوں کا جدا جدا ہونا' نغموں کا الگ ہونا' ثابت کرتا ہے' کہ ہاں کوئی خدا ہے۔

7- حضرت امام شافعیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے؟ تو آپؒ نے فرمایا کہ شہتوت کے پتے اللہ کے خالق ہونے کی دلیل ہے' شہتوت کے پتے ایک ہی ہیں' ایک ہی ذائقہ کے ہیں' کیڑے' شہد کی مکھی' گائیں' بکریاں اور ہرن وغیرہ سب اس کو کھاتے اور چرتے چگتے ہیں اسے کھا کر کیڑے سے ریشم نکلتا ہے' مکھی کھا کر شہد دیتی ہے' ہرن کھاتا ہے اس سے مشک پیدا ہوتا ہے' گائیں' بکریاں مینگیاں کرتی ہیں' کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ایک پتے میں مختلف خواص پیدا کرنے والا کوئی ہے؟ جسے ہم اللہ کہتے ہیں' وہی ان کا خالق اور صانع ہے۔

8- حضرت امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ خدا کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ آپؒ نے فرمایا میں ابھی کچھ سوچ رہا ہوں' لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ایک بہت بڑی کشتی جس میں طرح طرح کی تجارتی چیزیں ہیں نہ کوئی اس کا نگہبان ہے' نہ چلانے والا ہے' باوجود اس کے وہ برابر چل رہی ہے اور بڑی بڑی موجوں کو خود بخود چیرتی پھاڑتی گزرتی جاتی ہے' ٹھہرنے کی جگہ ٹھہر جاتی ہے' چلنے کی جگہ

چلتی رہتی ہے' نہ کوئی ملاح ہے' نہ منتظم' سوال کرنے والے دہریوں (خدا کے منکر) نے کہا آپ کس سوچ میں پڑ گئے' بھلا کوئی عاقل ایسی بات کہہ سکتا ہے؟ اتنی بڑی کشتی تلاطم خیز موجوں میں آ جائے اور کوئی اسے چلانے والا نہ ہو؟ امام صاحبؒ نے فرمایا افسوس تمہاری عقلوں پر' ایک کشتی تو بغیر چلانے والے کے نہ چل سکے' لیکن یہ ساری دنیا زمین و آسمان کی ساری چیزیں ٹھیک اپنے کام پر لگی رہیں اور ان کا مالک' خالق اور حاکم کوئی نہ ہو؟ یہ جواب سن کر وہ لوگ ہکے بکے رہ گئے' اور حق جاننے کے بعد مسلمان ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

9- حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے خدا تعالیٰ کے وجود کی دلیل طلب کی' تو آپ نے فرمایا' سنو یہاں ایک نہایت مضبوط قلعہ ہے' جس میں کوئی دروازہ نہیں نہ کوئی راستہ ہے' بلکہ سوراخ تک نہیں' باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے' اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے' اور اوپر نیچے' دائیں بائیں چاروں طرف سے بالکل بند ہے ہوا تک اس میں نہیں جا سکتی' اچانک اس کی ایک دیوار گرتی ہے اور ایک جاندار آنکھوں کانوں والا بولتا چالتا خوبصورت شکل اور پیاری بولی والا چلتا پھرتا نکل آتا ہے' کہو اس محفوظ اور بند مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں؟ اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اس کی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں؟ مطلب یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو چاروں طرف سے بند ہے' پھر حق تعالیٰ اس میں بچہ پیدا کر دیتا ہے' یہی دلیل ہے' خدا تعالیٰ کے وجود پر۔

10- حضرت ابو نواسؒ سے کسی نے اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل طلب کی تو آپ نے صاف صاف فرمایا کہ آسمان سے بارش کا برسنا' اور اس سے درختوں کا پیدا ہونا' اور ان ہری ہری شاخوں پر' خوش ذائقہ میووں کا لگنا ہی اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔

وجود باری اور قرآنی دلائل:

انسان زمین پر چل رہا ہوتا ہے' ٹھنڈی ٹھنڈی پرسکون ہوائیں چل رہی ہوتی ہیں' تو جھٹ سے انسان کے دماغ میں اس کے خالق کا خیال آ جاتا ہے' آسمان کی بلندیوں اور وسعتوں کو دیکھ کر اس کے خالق کا تصور ذہن میں آتا ہے' ظاہر ہے دنیا کی کوئی چیز جب وجود میں آتی ہے تو سب سے پہلے یہ خیال ابھرتا ہے' کہ یہ کس نے بنائی ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ لاکھوں اشیاء قدم قدم پہ' ہر آن ولحہ انسان کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں تو انسان کا دماغ اور عقل تسلیم کرتی ہے' کہ واقعتہً اس وسیع وعریض زمین کا کوئی مالک ہے' اس نیلگوں آسمان کا بنانے والا کوئی ہے' سمندروں کو موجیں عطاء کرنے والا' دریاؤں کو چلانے والا کوئی ہے' ایک ذی فہم انسان کے دماغ میں ہر وقت ان کے خالق کا تصور ہوتا ہے۔

اس کائنات کی جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکی ہوئی ہیں ارشاد ربانی ہے۔

وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا (آل عمران)

اور پھر ساری مخلوقات اس کی صفت وثناء کہتی ہیں' ارشاد ربانی ہے "تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھِنَّ" (بنی اسرائیل) جس اللہ نے ارض وسماء کو وجود بخشا وہ کمزور ہستی نہیں بلکہ قوت اور طاقت والی ذات ہے "اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا" (البقرہ)

اللہ ہی حکمران ہے' اقتدار اعلیٰ اسی کا ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (الانعام)

مشکلات ومصائب میں' عسر ویسر میں خالق ہی مددگار ہے "وَمَالَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ" (البقرہ) وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ (آل عمران) مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

جب اس کی مخلوق ہے' وہ خالق ہے' تو اس کی روزی کا انتظام بھی وہی کرتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ" (الذاریت)

وہ اتنی زبردست طاقت ہے' کہ زمین وآسمان کی چابیاں اس کے پاس ہیں لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الشوریٰ)

اس نے انسانوں کو پیدا کیا' وہ انہیں موت بھی دے گا وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (آل عمران) زندگی اور موت وہی دیتا ہے وَاللّٰہُ یُحْیِی وَیُمِیْتُ (آل عمران)

جس ذات عالی کو اللہ کہا جاتا ہے' وہ بے نیاز ذات ہے' وہ کسی کی محتاج اور دست نگر نہیں ہے وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد)

یہ زمین جو وسعت اور کشادگی لیے ہوئے ہے' اور یہ آسمان جو حد نگاہ تک پھیلا ہوا نظر آتا ہے' ان پہ اسی کی سلطانی اور حکمرانی ہے لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ (البقرہ)

انسان کو اپنے وجود اور اپنے ماحول میں جن نعمتوں کی فراوانی نظر آتی ہے یہ اسی کی عطاء و نوازش ہے۔

وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ (النحل)

وہ ذات ایسی ہے جو شریکوں سے پاک ہے' اور اولاد ونسل سے منزہ ہے "لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ" (بنی اسرائیل)

قرآن حکیم نے بے شمار خارجی دلائل دیئے' اور انسان کو وہ ساری قدرتیں اور نشانیاں دکھلا دیں جنہیں تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں' طوعاً وکرھاً انسان کو ماننا پڑتا ہے' کہ ہاں ان موجودات کا کوئی خالق ہے' بغیر کسی معمار کے دیوار کیسے بن سکتی ہے؟ پروردگاری' پروردگار کے بغیر کیسے ہو سکتی ہے؟ اس انسان کے اردگرد کسی ہستی کی کارسازی موجود ہے' مگر کارساز کہاں ہے؟ غلاموں' اور محکوموں سے

کائنات بھری پڑی ہے‘ پھر انسان کو ماننا پڑتا ہے کہ ہاں کوئی عظیم ہستی ہے‘ جس نے اس سارے نظام کو ٹھیک ٹھیک چلایا ہے۔

اس لیے کہ انسان دیکھتا ہے کہ عمل‘ عامل کے بدون‘ نظم‘ کسی ناظم کے سوا‘ قیام بدون قیوم‘ نقوش بغیر کسی نقاش‘ کے کیسے ابھر سکتے ہیں؟ وہ ان ذہنی سوالات کو حل کرتا چلا جاتا ہے‘ پھر وہ وقت آتا ہے‘ جب انسان کو ماننا پڑتا ہے‘ کہ ان نقوش کا نقاش نظم کائنات کا ناظم‘ اس کائنات کا خالق‘ اس عمارت کا معمار کوئی ہے‘ کہاں ہے؟ اس کا جواب بھی سنیئے۔

حضرت نعمان بن ثابت امام ابو حنیفہؒ سے کسی دہریے (منکر خدا) نے سوال کیا‘ کہ آپ کا خدا کہاں ہے؟ چونکہ دہریے اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے حضرت امام صاحبؒ نے دودھ کا ایک برتن منگوایا‘ اور اس سے پوچھا‘ بتایئے کہ اس دودھ میں مکھن ہے؟ وہ کہنے لگا مکھن ہے‘ امام صاحب نے پوچھا: کہ دودھ میں مکھن نظر نہیں آتا‘ دکھاؤ کہاں ہے؟ وہ کہنے لگا کہ دودھ کے ہر قطرے میں مکھن ہے۔ مگر نظر نہیں آتا‘ اس بات پر امام صاحب نے خدا کی ہستی کا استدلال کیا‘ کہ جس طرح دودھ کے ہر قطرہ میں مکھن ہے‘ اسی طرح کائنات کے ذرے ذرے میں خدا تعالیٰ ہے‘ مگر نظر نہیں آتا۔

اگر انسان خدا تعالیٰ کے نظام کائنات کا وجدانی اذعان سے مطالعہ کرے‘ تو اس کے قلب و دماغ میں ایک ہستی کے خالق‘ مالک‘ رازق‘ قہار و جبار ہونے کا نظریہ جاگزیں ہو جائے‘ انسان غفلت اور مدہوشی کے عالم میں ہر چیز کا انکار کر سکتا ہے‘ لیکن وہ اپنی فطرت سے انکار نہیں کر سکتا‘ وہ ہر چیز کے خلاف برسر پیکار ہو سکتا ہے‘ مگر اپنی فطرت کے خلاف نہیں ہو سکتا‘ جب وہ اطراف و اکناف پہ نظر کرتا ہے‘ اپنے گرد و پیش کا مطالعہ کرتا ہے‘ عالمگیر نظام کے نظم و نسق کا معائنہ کرتا ہے‘ وہ اپنے دائیں بائیں کسی نقاش کے سنہرے اجلے اور بے لاگ نقوش دیکھتا ہے‘ کسی کرشمہ ساز کے ہمہ گیر کرشمے دیکھتا ہے‘ تو اس کے دل و دماغ میں یہ خیال سماتا چلا جاتا ہے کہ ہاں اس کائنات کی خالق کوئی ہستی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو منوانے اور تسلیم کرانے کے لیے نظری مقدمات اور فطری مسلمات ترتیب نہیں دیتے‘ کہ مخاطب اس پر بحث و جرح کرے‘ ردّ و قبول کی ہوائیں چلیں‘ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو منوانے کے لیے انسان کے فطری ذوق کی سریں ہلاتے ہیں‘ پھر انسان اپنے وجدانی اور فطری ذوق کے مطابق اسے تسلیم کرتا ہے‘ اگر ایک انسان غافل ہے لا ابالی پن کا مظاہرہ کرتا ہے‘ تو اسے بھی مسترد نہیں کیا جاتا‘ بلکہ اسے دلائل و براہین سے قائل کیا جاتا ہے اور ایسے دلائل جو انسان کے نہان خانہ دل پر دستک دیں اور اس کا فطری ذوق وجدان بیدار کر دیں‘ اگر انسان کا وجدان بیدار ہو گیا تو خود اسے اس بات پر آمادہ کرے گا کہ وہ اس ذات حق کے وجود اور اس کی علامات قدرت کو دیکھتے

ہوئے اسے تسلیم کر لے۔ کیونکہ انسان کا وجود خود اس پر حجت ہے' کہ اس وجود کو پیدا کرنے والی کوئی ذات ہے' "بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ' وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ' " (القیمہ)

پھر جب یہ انسان سرکشی اور سرتابی کی حد کر دیتا ہے' ذات حق کی قدرت کو تسلیم کرنے کی بجائے اپنا کمال سمجھتا ہے' نخرہ اور غرور میں مست ہو جاتا ہے' تو پھر قدرت کے دلائل واضح اور براہین قاطعہ کی بوچھاڑ ہوتی ہے' جن کے سامنے انسان کو چوں و چراں کی گنجائش نہیں ہوتی' اولاً تو انہیں مالک کردارین کی ابدی نعمتوں سے سرشار اور مالا مال ہو جانے کا مستحق ہو جاتا ہے' اور ان سے انکار و سرتابی کی صورت میں دنیا و آخرت میں ذلت کا طوق اس کی گردن میں معلق کر دیا جاتا ہے' پھر وہ اندھیروں اور ظلمتوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے' پھر رشد و ہدایت کی راہیں اس کے لیے مسدود ہو جاتی ہیں' اس کے قلب پر مہریں ان کے کانوں پر مہریں اور اس کی آنکھوں پر پردے چڑھا دیئے جاتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ان لوگوں کو سمجھانے کا ایک انداز یہ ہے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ (یونس)

فرما دیجئے: تمہیں زمین و آسمان سے رزق کون دیتا ہے؟ وہ کون ہے جو تمہارے سننے اور دیکھنے کی طاقت کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ آسمان پر پھیلے ہوئے کارخانہ حیات اور زمین کی وسعت میں پیدا ہونے والے اسباب و سامان رزق سے انسانوں کو نوازتا ہے' کانوں کو سننے کی طاقت اور آنکھوں کو دیکھنے کی قوت یہ اسی کی قدرت ہے' ورنہ وہ اس پہ بھی قادر ہے' کہ رزق چھین لے' آسائش و آرام سلب کر لے' آنکھوں کی بینائی سلب کرے' کانوں کی شنوائی ختم کر دے' اور کئی بار حق تعالیٰ نے ایسا کیا بھی ہے؟ انسان اس کی ان قدرتوں کو دیکھ کر اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دے۔

اور قرآن حکیم یوں بھی ان سے سوال کرتا ہے۔

وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ (یونس)

وہ کون ہے؟ جو جاندار سے بے جان کو نکالتا ہے' وہ کون ہے؟ جو بے جان سے جاندار کو نکالتا ہے' اور وہ کون ہے؟ جو تمام کارخانہ خلقت اس نظم و نگرانی سے چلا رہا ہے۔

مرغی جاندار ہے' اس سے ایک بے جان انڈے کو اللہ نے نکالا' اور انڈا بے جان ہے' اس بے جان انڈے سے ایک جاندار چوزے کو نکالنا یہ اسی عظیم ذات کا کام ہے' جب یہ سوالات ہو رہے ہوتے ہیں' تو مسلمان تو مسلمان رہا' کفار و مشرکین بھی بول اٹھتے ہیں' کہ یہ کام کرنے والا تو اللہ ہی ہے' جب وہ اقرار کر لیتے ہیں' تو انہیں دعوت ایمان دی جاتی ہے' کہ جب کرنے والا' وہی ہے' تو پھر

مانتے کیوں نہیں ہو؟ یہ سچا رب ہے' یہ حق ہے' اسے تسلیم کیا جائے' حق تسلیم کر لینے کے بعد انحراف و سرتابی ضلالت وسفاہت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

قرآن کریم اور دلیل سے سمجھا ہے' کہ دیکھو زمین وآسمان کو کس نے پیدا کیا؟ اور آسمان کی طرف سے تمہارے لیے پانی کس نے اتارا؟ پھر اس پانی سے خوشنما باغ اگائے' یہ اسی کی کرشمہ گری ہے' ورنہ تم اس قابل کہاں تھے؟ ارشاد ربانی ہے:

''اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهۡجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ'' (پ20' النحل)

وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ اور جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا' پھر اس آبپاشی سے خوش نما باغ اگا دیئے حالانکہ یہ تمہارے بس کی بات نہ تھی' کہ ان باغوں کے درخت اگاتے' کیا ان کاموں کے کرنے میں اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟

حق تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ کیا جائے' کہ زمین کو زندگی ومعیشت کے لیے ٹھکانہ وقرار بنایا' زمین کی زیبائی اور خوبصورتی کے لیے نہروں کو جاری کر دیا زمین کو حرکت وجنبش سے روکنے کے لیے جگہ جگہ پہاڑ نصب کر دیئے' پھر زمین پر سمندروں اور دریاؤں کا سلسلہ' پھر ان دونوں کے درمیان ایسی قدرتی دیواریں حائل کر دیں کہ سمندر دریا اپنی اپنی حدود میں رہتے ہیں۔

قرآن حکیم نے انسان کو اپنے خوان پر نظر رکھنے کا اشارہ دے کر اسے اللہ کی وہ بے شمار نعمتیں یاد دلائیں' جن کو وہ بافراغت اور سیر ہو کر نوش جاں کرتا ہے' اور بسا اوقات انسان انہیں مقصد زندگی بنا کر حق تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے' وہ اتنا غافل ہو جاتا ہے' کہ اسے ان نعمتوں کے خالق کی یاد تک نہیں رہتی' قرآن حکیم میں آتا ہے۔

فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ○ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ○ ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ○ فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا حَبًّا ○ وَّعِنَبًا وَّقَضۡبًا وَّزَيۡتُوۡنًا وَّنَخۡلًا ○ وَّحَدَآئِقَ غُلۡبًا ۙ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ○ مَّتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ ○ؕ (عبس) انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے جو شب وروز اس کے استعمال میں آتی ہے' ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں' پھر اس کی سطح شق کر دیتے ہیں' پھر اس کی روئیدگی سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کر دیتے ہیں' اناج کے دانے' انگور کی بیلیں' کھجور کے خوشے' سبزی' ترکاری زیتون کا تیل' درختوں کے جھنڈ' قسم قسم کے میوے' طرح طرح کا چارہ' یہ تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لیے ہے۔

انسان غور وفکر سے کام لے' کہ اس کے لیے اللہ کی کتنی نعمتیں تیار ہو کر آ گئی ہیں؟ اتنی ہمام

اور ہمہ گیر نعمتیں کہ وہ ان کی رنگا رنگی سے حیرہ ہو رہا ہے انسان کتنا ہی غفلت اور مدہوشی میں پڑا ہوا کیوں نہ ہو؟ ساری کائنات سے آنکھیں موند لے' مگر اس کی زندگی کے مختلف مراحل' اس کی نشست و برخاست' اور اس کے شب و روز ہی کیا کم ہیں' جن میں سامان عقل و تدبر اور سامان غور و فکر نہ ہو' انسان جب کھانے کی میز پر بیٹھتا ہے' طرح طرح کے کھانوں پہ نظر پڑتی ہے' ایک برتن میں پانی ہے' ایک میں روٹی ہے' ایک میں گوشت ہے' کسی میں سبزی و ترکاری ہے' کسی میں زیتون اور گیہوں ہے' پھر ان کے بعد میوے اور پھل فروٹ' کہیں انگور ہیں' کہیں کیلے' کہیں سیب اور کہیں کیا؟ مختلف قسم کی اشیاء سے دستر خوان لدا ہوا ہے' صرف انسان کسی ایک چیز کو منہ کی طرف لے جاتے وقت ذرا ہاتھ میں روک کر دو منٹ کے لیے سوچ کہ اس کے آغاز سے اس وقت تک کتنے دور گزرے؟ اور کتنے مراحل سے گزر کر یہ نعمت اس کے ہاتھ میں پہنچی ہے؟ زمین میں بیجائی سے لے کر کاشت کاری تک' وہاں سے سبزی و فروٹ منڈی تک' وہاں سے گھر تک' پھر صفائی کے انتظامات' چولہے پہ چڑھنے تک یہ سارے مراحل کیا کم ہیں؟ کیا ان میں انسان غور نہیں کر سکتا' کہ ان کا پیدا کرنے والا کوئی ہے؟ قرآن یہ دکھلانا اور بتلانا چاہتا ہے' کہ یہ ساری چیزیں مخلوق ہیں' تو مخلوق کے لیے ضروری ہے کہ اس کا خالق بھی ہو' یہ ساری چیزیں مربوب ہیں اور ان کے لیے ضروری ہے کہ ان کا رب بھی ہو۔

ایک مقام پر قرآن کریم نے ذات حق پر دلائل کا انداز یوں اپنایا۔

''وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ'' (النحل)

تمہارے لیے چار پایوں میں غور و عبرت ہے' ان کے خون اور گوبر کے درمیان سے ہم تمہیں خالص دودھ نکال کر پلاتے ہیں' جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہوتا ہے۔

پھر شہد کی مکھی کو دلیل کے طور پہ پیش کیا گیا

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ' ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا' يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ '' (النحل) اور پھر دیکھو کہ شہد کی مکھی کی طبیعت میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں' درختوں میں اور جہاں لوگ گھر بناتے ہیں وہاں گھر بنا' پھر ہر طرح کے پھولوں سے رس چوسے' پھر اپنے پروردگار کے ٹھہرائے ہوئے طریقوں پر کامل فرمانبرداری کے ساتھ گامزن ہو' پھر اس کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا رس نکلتا ہے' جس میں انسان کے لیے شفاء ہے یہاں بھی اللہ کی قدرتوں کا اظہار ہو رہا ہے' وہ جانور جو سارا سارا دن جنگل میں چرتے ہیں' گندا مندا

پانی پیتے ہیں' کھل اور چوکر کھاتے ہیں' جو بے رنگ اور بدبودار ہوتا ہے' چارہ اور گھاس جو سبز رنگ کی ہوتی ہے' اور خود جانور کو دیکھا جائے' جس کا کوئی رنگ ڈھنگ نہیں' اور باہر کی طرح اس جانور کا درون خانہ کیسا ہے؟ انتڑیاں اور اوجھڑی جن میں کثافت و غلاظت ہے' ہر حصہ میں سرخ رنگ کا خون ہے' مگر بڑے عمدہ اور سنہرے طریقے سے گوبر اور خون کے درمیان سے نہریں جاری کرنے والا کون ہے؟ کوئی ہے یا خود بخود چل رہی ہیں؟ پھر جانوروں میں شہد کی مکھی ہے جو جسامت اور بناوٹ کے لحاظ سے کتنی چھوٹی ہے' مگر اس کو ایک ذمہ داری سونپی گئی ہے' وہ اس کے مطابق کام کرتی ہے' اور انسانوں کے لیے شیریں اور ذائقہ دار شہد نکالتی ہے' آخر یہ خود بخود کیسے ہوا؟ ظاہر ہے' جس طرح شہد بنانے والی مکھی ہے اسی طرح اس مکھی کو بنانے والی ذات بھی کوئی ہے' جسے اللہ کہتے ہیں ذٰلِکُمُ اللہ ربُکم '' یہ کام کرنے والی ذات اللہ کی ہے' جو تمہارا پروردگار ہے۔

جب خالق کے وجود اور اس کی ہستی کی بات ہوتی ہے' تو مسلمان بلا چوں و چرا اللہ کا نام لیتا ہے کہ اللہ ہی عرش کا مالک ہے' فرش کا مالک ہے' زمین کا خالق ہے' زماں کا مالک ہے' عرشی' فرشی مخلوق اسی نے پیدا کی ہے' مگر غیر مسلم جو اللہ کو مانتے ہی نہیں وہ کہتے ہیں اس ساری کائنات کو ''طبیعت'' نے پیدا کیا ہے اور ''طبیعت'' نے ہی انسان کو عقل و شعور بخشا ہے' جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ''طبیعة'' فَعِيْلَةٌ کے وزن پر مصدر ہے' جو مفعول یعنی مطبوع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے' جس کا معنی ہے بنا ہوا' جب طبیعة نے سب کو بنایا' تو طبیعة کا معنی بنایا ہوا' اسے کس نے بنایا؟ تو وہ لوگ کہتے تھے یہ اتفاق ہے ان کور فہموں اور کوتاہ نصیبوں کی مثال تو ایسی ہے' جیسے صحرا میں دو بے وقوف چلتے چلے جا رہے تھے' دوران سفر انہیں ایک عالی شان' فلک بوس محل نظر آیا' جس میں بہت عمدہ اور قیمتی قالین' گھڑیاں اور فانوس ہیں۔

ان میں سے ایک نے اس محل کو دیکھ کر انسان کی تعریف کی' کہ کسی آدمی نے یہ کیسا شاندار محل تعمیر کیا' دوسرا کہتا ہے نہیں' یہ خیال غلط ہے' یہ تو طبیعة نے بنایا ہے' پہلا شخص اس سے مخاطب ہوتا ہے' اور اس سے سوال کرتا ہے' کہ طبیعت نے یہ سب کچھ کیسے بنایا؟

دوسرا کہتا ہے: یہاں پہلے کچھ پتھر تھے' پھر سیلاب آیا' تیز ہوائیں چلیں اور مختلف فضائی عوامل کے زیر اثر پتھر باہم جڑ گئے' اور مرور وقت کے ساتھ ساتھ اتفاقاً انہوں نے ایک عمارت کی شکل اختیار کر لی۔

پہلا شخص کہنے لگا: پھر یہ قالین کیسے بن گئے؟

دوسرا شخص کہتا ہے: یہاں کچھ بھیڑیں وغیرہ ہوں گی' جن کے جسم کے بال اڑ اڑ کر یکجا ہوتے رہے' پھر وہ بال باہم ایک دوسرے سے مل گئے۔ ان کے علاوہ کوئی رنگ دار اور مختلف قسم کی دھاتیں ان میں شامل ہوئیں ہوں گی' جن کی وجہ سے یہ رنگدار بن گئیں' یوں ''طبیعة'' کے مطابق قالین بن گئے۔

پہلا شخص کہنے لگا: تو پھر یہ گھڑیاں کیسے بن گئیں؟

دوسرا بولا: یہاں کچھ لوہا ہوگا' جو فضائی عوامل کے تحت کٹ پھٹ گیا' اور گولائی کی شکل میں ڈھل گیا' اور باہم گڈمڈ ہوا' اور مرورِ وقت کے ساتھ ساتھ گھڑیوں کی شکل اختیار کرلی۔

ایسی ہی بے ڈھنگی اور دیوانگی کی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنے تئیں روشن خیال کا لقب پسند کرتے ہیں' اور اللہ کے ارشادات کے مقابلہ میں اپنی توجیہات اور تاویلات پر یقین رکھتے ہیں' ان روشن خیال دیوانوں سے تو وہ چرخہ کاتنے والی بڑھیا عقل مند تھی' جس سے کسی دہریے نے سوال کیا' کہ یہ کائنات کیسے چل رہی ہے؟ تو بڑھیا نے چرخہ روک دیا' اور اسے جواب دیا کہ دیکھو: جب میں اس چرخہ کو چلاتی ہوں تو چلتا ہے' اور جب میں اسے روک دیتی ہوں تو رک جاتا ہے' اسی طرح اس وسیع و عریض کائنات کو چلانے والا بھی کوئی ہے' ورنہ کسی چلانے والے کے بغیر کائنات کیسے چل سکتی ہے؟

بسا اوقات انسان اپنے فہم اور اپنے دلائل پر ناجائز بھروسہ رکھتا ہے۔ ایک دہریہ خدا تعالیٰ کے انکار کے ساتھ ساتھ یوں کہتا تھا' کہ خدا عادل نہیں ہے' وہ انصاف نہیں کرتا اس لیے میں اسے کیسے مانوں؟ کدو کی بیل پہ نظر پڑی' کہ چھوٹی سی بیل کے ساتھ بڑا وزنی کدو لگا ہوا تھا' تھوڑا آگے چل کر دیکھتا ہے کہ آم کا درخت ہے' جس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے آم لٹک رہے تھے' وہ دہریہ کہنے لگا' کہ دیکھو یہ کوئی انصاف ہے؟ چھوٹی بیل کے ساتھ بڑا کدو لگا دیا' اور اتنے بڑے درخت کے ساتھ چھوٹے چھوٹے آم۔ یہ انصاف نہیں ہے' میں نہیں مانتا خدا کو: تھوڑی دیر اسی مخمصے میں مبتلا رہا' اس آم کے نیچے ستانے کے لیے زمین پر دراز ہوگیا' اچانک ہی ایک امبیا گر کر اس کی آنکھ پہ لگی' جس سے اس کی آنکھ جاتی رہی' بدک کر اٹھا' اور آسمان کی طرف ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا: بس کر میں مانتا ہوں کہ تو بڑا حکیم ہے' تیرا کوئی فیصلہ فضول نہیں ہوتا' تو انصاف والا خدا ہے' یہ چھوٹی سی امبیا مجھے لگی تو آنکھ نکل گئی' اگر وہ کدو اس درخت پہ لگا ہوتا تو میرا جنازہ اٹھتا' مطلب کہنے کا یہ ہے کہ بعض لوگ یوں مانتے ہیں۔

انسان چھوٹی سی چھوٹی چیز سے لے کر بڑی چیز تک کا مطالعہ کرے' تو انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا صانع اور موجد کوئی ہے' جگر کا ایک چھوٹا سا خلیہ جو خوردبین کے علاوہ نہیں دیکھا جاسکتا' یہ خلیہ ایسے ایسے کیمیائی اعمال سرانجام دیتا ہے' جن کے لیے اگر ایک بڑی لیبارٹری بنائی جائے تب بھی وہ کام نہ ہوسکیں' یہ خلیہ خون میں موجود زائد شکر گلوجین میں تبدیل کرتا ہے تاکہ بوقت ضرورت اس سے گلوکوز تیار کیا جاسکے۔ صفراء پیدا کرتا ہے' جس کے ذریعے سے خون میں موجود کلسٹرول کی تعدیل ہوتی ہے' خون کے سرخ ذرات پیدا کرتا ہے' اور ان کے علاوہ اور بہت سے کام

کرتا ہے (تعریف عام بدین الاسلام' علی طنطاوی)

انسان دیکھے کہ اس کی زبان میں نو ہزار غدود پیدا کیے گئے ہیں' ہر غدود کا ذائقہ الگ الگ ہے' کان میں ایک لاکھ خلیے پیدا کیئے گئے ہیں' جو سماعت کی صلاحیت رکھتے ہیں' آنکھ میں ایک صد تیس ملین خلیے رکھ دیئے گئے ہیں جن سے روشنی محسوس کرتا ہے' اگر انسان باریک بینی سے دیکھے تو ایک ایک چیز کے مشاہدہ کے بعد وہ گواہی دے گا رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً ۔ اے اللہ تو نے کسی چیز کو بے کار پیدا نہیں کیا' زمین کی وسعتیں اور پہنائیاں آسماں کی بلندی' سورج کی روشنی' چاند کی چاندنی' ستاروں کی چمک دمک یہ سب اللہ کی قدرت کا شاہکار عظیم ہے۔

خلاصہ:

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے' کہ انسان کو ایک ایسی ذات پر ایمان لانا ضروری ہے' جو زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ بھی ہے' اس کی ذات پر ایمان لائے بغیر انسان کی نجات نہیں ہوسکتی' انسان دنیا و آخرت میں رسوا ہوگا' اور پھر اس عظیم ہستی نے جو نشانیاں اور علامت دکھائی ہیں ان کے علاوہ اس کی کہنہ اور ماہیت کے بارے میں فضول بحث و تمحیص میں نہیں پڑنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں انسان یہ عقیدہ رکھے کہ

1- اللہ اکیلا ہے' اللہ اَحَدٌ

2- اللہ بے نیاز ہے' اللہ الصَّمَدُ

3- اللہ اولاد سے پاک ہے' لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ' دوسرے مقام پہ آتا ہے وَلَمْ یَتَّخِذْہٗ وَلَدًا

4- اولاد دینے والا وہی ہے' یَھَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرُ

5- وہ ہر ظاہر و مخفی کو سننے جاننے والا ہے' وَھُوَ السمیع العلیم' دوسرے مقام پہ آتا ہے' اِنَّ اللہ لاَیَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ' فِیْ الْاَرْضِ وَلاَ فِی السَّمَاءِ (آل عمران)

6- غیب دان صرف اللہ ہے' وَعِنْدَہٗ' مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لاَیَعْلَمُھَا اِلاَّ ھُو (الانعام)

7- اللہ انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے' نَحنَ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق)

8- اللہ تمام سرگوشیاں سنتا ہے' مَایَکُوْنُ مِنْ نَجْوٰی ثَلٰثَۃِ اِلاَّھُوَ رَابِعُھُمْ وَلاَ خَمْسَۃٍ اِلاَّ ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلاَ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلاَ اَکْثَرَ اِلاَّھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوا (المجادلہ)

9- انسان اللہ کی طرف لوٹ کر جائے گا' وَاعْلَمُوا اَنَّکُمْ مُلٰقُوْہُ' (البقرہ) وَاعْلَمُوا اَنَّکُمْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ (البقرہ)

ایمان بالکتب

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ایمان بالکتب ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم ﷺ پر قرآن حکیم نازل فرمایا' جس میں اطلاع دی گئی کہ اس سے قبل بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار صحائف نازل کیے' حضرت موسیٰ پر تورات حضرت داؤد پر زبور' اور حضرت عیسیٰؑ پر انجیل اتاری ان پر بھی ایمان لایا جائے' انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں سمجھا جائے' اور حضرت ابراہیمؑ پر صحیفے آئے اور حضرت موسیٰؑ پر بھی آئے' انہیں بھی مانا جائے' ماننا سب کو ہے مگر ایمان اور اعتقاد صرف قرآن حکیم پر رکھنا ہے' قرآن حکیم جن باتوں کی تصدیق کرے انہیں تسلیم کیا جائے' اور جن باتوں کی تردید کرے' انہیں نہ تسلیم کیا جائے' ایمان باللہ اور ایمان بالملائکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے۔

کتاب کا معنیٰ:

اَلْکِتَابُ مصدر ہے' کتاب اسے کہتے ہیں جس میں لکھا جائے' خط' صحیفہ' فرض اور حکم بھی کتاب کو کہا جاتا ہے' کُتُبٌ اور کُتْبٌ اس کی جمع ہے (2) ایک دوسرے کے ساتھ ملانا' جمع کرنا' چونکہ کتاب کے مضامین بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں' اس لیے اسے کتاب کہا جاتا ہے (3) کلام اللہ کو بھی کتاب کہا جاتا ہے' خواہ وہ لکھا ہوا ہو یا نہ ہو' (4) نوشتہ' نامہ' پوتھی' گرنتھ' جلد' نسخہ' رسالہ' رجسٹر' بیاض (5) کتاب علی الاطلاق ہر اس کتاب کو کہا جاتا ہے' جو اللہ کی طرف سے نازل ہو' الہامی کتاب۔ اھل الکتاب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے' جو الہامی اور آسمانی کتاب کے پیرو ہوں' اُمّ الکِتَاب' کا معنی ہے اصل کتاب (6) کَتَبَ ماضی کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے' اس نے لکھا' جب اس کا صلہ علیٰ ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے' کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا' واجب کرنا' جیسا کہ کَتَبَ اللّٰہُ عَلٰی عِبَادِہِ الطَّاعَۃَ وَعَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ اللہ نے اپنے بندوں کو اطاعت کا حکم دیا' اور اپنی ذات پر رحمت کو ضروری قرار دیا ہے۔

کتابوں کی تعداد:

حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا' کہ اللہ تعالیٰ نے کل کتابیں کس قدر اتاری ہیں' حضرت ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے سو صحائف اور چار کتابیں اتاری ہیں۔

پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر۔

تیس صحیفے حضرت ادریسؑ پر

دس صحیفے حضرت ابراہیمؑ پر

دس صحیفے حضرت موسیٰؑ پر تورات سے پہلے' اوران کے علاوہ چار کتابیں نازل فرمائیں۔

تورات حضرت موسیٰؑ پر

زبور حضرت داوٗدؑ پر

انجیل حضرت عیسیٰؑ پر' اور

قرآن مجید حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے دریافت کیا' کہ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں میں کیا بات تھی؟

ارشاد فرمایا: وہ سب ضرب الامثال تھیں' مثلاً او متسلط و مغرور بادشاہ میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرے' میں نے تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے' تو پہلے ہی اس کا انتظام کردے اس لیے کہ میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا' اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو۔

میں نے پوچھا: حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں کیا تھا؟

آپؐ نے فرمایا: سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں' مثلاً میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو' میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اس کو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے' میں تعجب کرتا ہوں' اس شخص پر جو دنیا کے حوادث' تغیرات' انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے' پھر دنیا پر اطمینان کرلیتا ہے' میں تعجب کرتا ہوں' اس شخص پر کہ جس کو تقدیر کا یقین ہے' پھر رنج و مشقت میں مبتلا ہوتا ہے' میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہے' پھر نیک اعمال نہیں کرتا' وغیرہ وغیرہ۔

چار مشہور اور بڑی کتابیں' تورات' زبور' انجیل اور قرآن مجید ہیں' ایک نظر ان کتابوں کے معانی پہ غور کیا جائے۔

آسمانی کتابوں کا مطلب:

(1) تورات: تورات عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں مستعمل ہے' اہل عرب کے نزدیک تورات کا لفظ وری سے بنا ہے' اور اہل کوفہ کے نزدیک تفعلۃ کے وزن پر ہے' اور بصریوں کے نزدیک فوعل کے وزن پر ہے' جس کا اصل دورات ہے' اور 'د' ت سے بدل گئی' اور وری کا معنی وری الزند سے آگ نکالنا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے النار التی تورون (واقعہ) اور رواریت کے

معنی استرث کے ہیں‘ یعنی ایک چیز کو چھپا دیا‘

لباسًا یواری سواتکم (اعراف) حتی توارت بالحجاب (صٓ)

توریت کو توریت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی مثال پتھر سے آگ نکالنے کی مانند ہے‘ یعنی بڑی مشقت سے اس سے کچھ روشنی پیدا ہوتی ہے‘ جیسا کہ شروع شروع میں پتھر سے آگ نکالی جاتی تھی‘ اس کے مقابل قرآن حکیم کو ایسا نور ملا یکاد زَیتُها یَضِیءُ وَلَمْ یَمْسَسْهُ نارٌ (نور) اس کا تیل خود بخود جل اٹھتا ہے‘ گو اسے آگ نہ چھوئے‘ جیسا کہ تورات کے کئی مسائل مخفی اور پوشیدہ ہیں‘ تورات سے ان مسائل کی وضاحت پر روشنی نہیں پڑتی‘ مثلاً جزا و سزا کا مسئلہ کیا ہے؟ اس پر کھل کر روشنی نہیں ڈالی گئی‘ ان مسائل پر پوری روشنی (Full Light) قرآن حکیم ہی نے ڈالی ہے۔

زبور کا معنی:

زبور‘ زَبَرَ سے ہے‘ کَتَبَ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے‘ زبور کا معنی ہوا لکھی ہوئی کتاب (2) بعض نے زبور کا معنی کیا ہے پتھر میں نقش کرنا (3) زبور کا معنی کُلُّ کتاب غلیظ الکتابت‘ ہر موٹی کتابت والی کتاب کو زبور کہا جاتا ہے (4) زُبَرٌ زُبَرَه کی جمع ہے‘ لوہے کا بڑا ٹکڑا‘ کاندھا اور پیٹھ‘ شیر کی ایال (5) الزَّبُوْرُ فرشتہ‘ گروہ‘ کتاب‘ اس کی جمع زُبُرٌ ہے‘ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کو کہا جاتا ہے۔

انجیل کا معنی:

(1) انجیل سے ملتا جلتا لفظ سریانی زبان میں بھی مستعمل ہے جس کے معنی خوشخبری کے ہیں (2) لغت عرب میں انجیل کا مادہ نجل ہے‘ نجل کا معنی نسل اور ولد کے بھی ہیں (3) انجل الْاَمر کا معنی ہے اِستَبَانَ الْاَمْرُ‘ معاملہ واضح ہو گیا (4) نَجلت الْاَرْض کا معنی ہے زراعت کے لیے اسے پھاڑا (5) انجیل کی جمع اناجیل ہے اسی لفظ کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ کی تعریف کی گئی ہے ''صُدُوْرُهُمْ اَنَاجِیْلُهُمْ'' ان کے سینے ان کی انجیلیں ہیں (6) اَلْاَنْجَلُ کشادہ‘ لمبا‘ چوڑا‘ اس کی جمع نُجُل اور نجال ہے (7) انجیل بمعنی بشارت ہے حضرات صحابہ کرامؓ کے لیے جو حدیث میں یہ لفظ استعمال ہوا اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے دل بشارتوں سے بھرے ہوئے ہیں‘ دوسرا مطلب انجیل کا یہ ہے‘ جو بشارتیں انجیل لائی تھی‘ وہ اب صحابہؓ کے سینوں میں ہیں اس لیے کہ انجیل کی بشارت حضرت رسول اکرم ﷺ کے ظہور کی تھی‘ اردو لغت میں بھی انجیل مژدہ اور خوشخبری کے معنی میں ہے۔

(8) انجیل احکامات الٰہیہ پر مبنی ہے‘ اللہ کی کتاب ہے‘ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

قرآن کا معنی:

قرآن فعلان کے وزن پر ہے' قرآن کے بارے میں چار احتمالات ہیں کہ اس کا معنی کیا ہے۔ (1) قرآن قِرءَ ۃٌ سے ہے' جس کا معنی ہے پڑھنا اس لحاظ سے قرآن کا معنی ہوگا' ایسی کتاب جسے پڑھا گیا ہو' یا یہ وہ کتاب ہے جو قابل تلاوت ہے' چونکہ فعلانٌ کے وزن پر ہے اور فعلانٌ مبالغے کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے وہ کتاب جو بار بار پڑھی جائے (2) قرآن' قرائن سے ہے' قرائن قرینہ کی جمع ہے' جس کا معنی ہے علامت اور دلیل' اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن اپنی صداقت وحقانیت اور منزل من اللہ ہونے پر اپنی دلیل آپ ہے (3) قرآن قرء سے ہے' جس کا معنی ہے' جمع کرنا' اس لحاظ سے دو معنی ہوئے (1) قرآن وہ کتاب ہے' جسے جمع کیا گیا ہے (2) قرآن وہ کتاب ہے جس میں سب کچھ جمع کر دیا گیا ہے۔ (4) قرآن' قَرنٌ سے ہے' اس کا معنی ہے' متصل ہونا' ملنا' اس لحاظ سے قرآن کا معنی ہوا' ایسی کتاب جس کے مضامین ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں' اس کی سورتوں کے درمیان اتصال ہے' (کتابوں کے معانی کے سلسلہ میں یہ ضمنی مگر مفید بحث ہے)

آسمانی کتب اور عقیدہ:

آسمانی' الہامی کتابوں کے بارے میں ایک مسلمان کا عقیدہ کیا ہونا چاہیے؟ چونکہ سابقہ کتب میں گڑ' بڑ اور گڈ مڈ کر دی گئی ہے ان کے پیروکاروں نے ان میں اپنی مرضی کے مسائل شامل کر دیئے ہیں' آج نہ صحف موسیٰ صحیح حالت میں دستیاب ہیں اور نہ ہی صحف ابراہیم کا سراغ ملتا ہے' تورات ہے مگر وہ نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اتاری' بلکہ یہودیوں کی اپنی خرافات اور اپنی باتیں ہیں' جنہیں تورات کا نام دیا گیا ہے' اسی طرح زبور اور انجیل کے نام کی کتابوں کے بارے میں تو ہمیں اتنا عقیدہ رکھنا ہے' جتنا قرآن مجید نے ہمیں بتلایا ہے کتابیں تو دستیاب ہیں' مگر ان میں کوئی ایسی بات آج نظر نہیں آتی جسے کہا جا سکے کہ یہ اللہ کی بات ہے۔

-1 قرآن مجید ان سب پر حاوی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ"

(المائدہ:48)

اور ہم نے آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ بھیجی اور کتاب میں سے جو اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی محافظ اور نگہبان ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کتب سابقہ کے بارے میں جو روشنی قرآن مہیا کرے گا وہ درست

ہے اور اسی پر ایمان رکھا جائے گا، پہلی کتابوں کی جن باتوں کی قرآن تصدیق کرے گا انہیں تحریف اور تبدل سے محفوظ سمجھا جائے گا، جن باتوں کو درست تسلیم کرے گا ان پر یقین کیا جائے گا کہ یہ ان پیروان مذہب کی دست برد [illegible] رہیں، اور جن باتوں کی تردید کرے گا، ان کے بارے میں حتمی رائے یہی ہوگی کہ وہ انسانی خیالات، تصورات اور ان لوگوں کی دست برد سے نہ بچ سکیں۔

(2) قرآن حکیم کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے صحائف میں جو کچھ تھا، حضرت موسیٰؑ نے اسی کو دہرایا۔ ارشاد ربانی ہے:

اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰی ۞ وَ اِبۡرٰہِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی ۞ (النجم) "کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی، جو موسیٰؑ کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں، اور اس ابراہیمؑ کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے حق وفا ادا کر دیا۔

(3) پھر ارشاد ہوا۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ۞ وَ ذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ۞ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ۞ وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ۞ اِنَّ ہٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی ۞ صُحُفِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی ۞ (الاعلیٰ)

کامیاب ہو گیا وہ جس نے پاکیزگی اپنائی، اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز ادا کی، مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر ہے، اور باقی رہنے والی ہے، یہی بات تو پہلے صحیفوں میں بتائی گئی ہے، حضرت موسیٰ اور ابراہیمؑ کے صحیفوں میں۔

(4) قرآن کتب سابقہ کی تصدیق کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ (آل عمران: 1)

اللہ نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی، جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس کے آگے ہے (مراد سابقہ تمام کتب)

(5) اہل تقویٰ کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی ایک نشانی یہ بیان کی گئی کہ وہ قرآن کے علاوہ سابقہ کتب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ (البقرہ)

اور (متقی) وہ ہیں جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے، اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ سے پہلے اتاری گئی تھیں۔

(6) تمام کتابوں پر ایمان رکھنے کا حکم ہوا۔ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (آل عمران:9)

فرما دیجئے، ہم ایمان لائے اللہ پر، اور جو چیز ہماری طرف اتاری گئی ہے، اور جو حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر جو موسیٰ اور عیسیٰ پر اتاری گئی ہے، اور جو دیگر انبیاء کو ان کے پروردگار کی طرف سے دی گئی ہے ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے، ہم اس کے تابع فرمان ہیں۔

(7) رسولوں کو کھلی نشانیاں دی گئیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید)

تحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں دیں، اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اتاری، اور میزان تاکہ لوگ حق پر قائم ہیں۔

(8) حق تعالیٰ نے کتابوں کو جھٹلانے والوں کو سخت وعید سنائی ہے، ارشاد ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ (المومن)

جن لوگوں نے اس کتاب اور ان کتابوں کو جھٹلایا جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسول بھیجے، ان کو عنقریب ان کا انجام معلوم ہو جائے گا، جب طوق وسلاسل ان کی گردنوں میں پڑے ہوں گے، اور وہ کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائیں گے، پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

یہ اجمالی نقشہ تھا، جس میں قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت کے ساتھ ساتھ اس کی نگرانی اور محافظت کا ذکر بھی کیا گیا، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ قرآن ایک میزان ہے، عدل و انصاف کا ترازو ہے، اس میں اتار، چڑھاؤ نہیں ہے وہ حق کو حق سمجھتا ہے، اور حق کہتا ہے، اور پھر اس کی تصدیق بھی کرتا ہے، اور غلط کو غلط قرار دیتا ہے، کتب سابقہ میں جو جو خرافات شامل کی گئی ہیں ان کا پردہ بھی چاک کرتا ہے، یہود ونصاریٰ کی من مانیوں اور اختراع پردازیوں کا ذکر بھی کرتا ہے، یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہا، قرآن نے اس کو بھی احسن انداز میں ذکر کیا، اور یہودیوں کو بتایا کہ یہ تم نے خانہ ساز نظریہ کیوں بیان کیا؟ نصرانیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں کو الٰہ اور خدا کہلوایا قرآن نے ان کی بے بسی، درماندگی اور عاجزی کا ذکر کیا اور بتایا کہ یہ نصرانیوں نے ظلم کیا ہے۔

جو لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں تصور کرتے تھے‘ انہیں ٹھوک بجا کر جواب دیا‘ کہ تم اپنی زبانوں سے بہت بڑا جملہ نکال رہے ہو‘ جب تمہیں کہا جاتا ہے‘ کہ تمہارے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے‘ تو تمہارے حواس گم ہو جاتے ہیں‘ تمہارے منہ اتر جاتے ہیں اور تمہارے رنگ فق ہو جاتے ہیں‘ تم خدا کے لیے‘ ایسی بات مت کہو‘ غرضیکہ قرآن نے باطل پرستوں کے باطل عقائد کا توڑ کیا‘ اور صحیح معنوں میں اپنا کردار ادا کیا‘ تورات‘ زبور اور انجیل کے بعض بیانات کو نقل کیا‘ ان پر مہر تصدیق ثبت کی۔

اب قرآن حکیم کی وہ حق بیانی ملاحظہ فرمایئے‘ جس میں اس نے دوسری کتابوں کو کس طرح پیش کیا۔

تورات و قرآن:

تورات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے‘ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَ هُمُ التَّوْرٰةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ (المائدہ)

اور یہ تمہیں کیسے حکم بناتے ہیں جب کہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم لکھا ہوا ہے۔

(2) تورات میں ہدایت اور نور ہے۔ ارشاد ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ (المائدہ)

ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔

(3) قرآن حکیم نے ہمیں تورات کے بعض احکامات کی بھی اطلاع دی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (المائدہ)

(تورات میں) ہم نے ان یہودیوں پر لکھ دیا تھا‘ کہ جان کے بدلے جان‘ آنکھ کے بدلے آنکھ‘ ناک کے بدلے ناک‘ کان کے بدلے کان‘ دانت کے بدلے دانت‘ اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ ہے۔“

(4) تورات میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی بشارت و نوید بھی سنائی گئی ہے‘ جس کے بارے میں قرآن حکیم نے بتلایا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ (الاعراف:157)

وہ لوگ اس پیغمبر نبی امی (ﷺ) کی پیروی کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات میں

لکھا ہوا ملتا ہے' معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے بارے میں تورات میں خوشخبری موجود تھی کہ آپ ﷺ تشریف لائیں گے۔

(5) تورات میں حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھی مرقوم تھا' جس میں صحابہؓ کی عظمت و شان بیان کی گئی تھی' جس کے بارے میں قرآن حکیم نے ہمیں اطلاع دی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ (الفتح)

(حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بڑے سخت ہیں' آپس میں شیر وشکر ہیں' تو جب انہیں دیکھے گا تو رکوع کی حالت میں' سجدہ کی حالت میں' اللہ کا فضل اور اس کی رضا کے جویا ہوں گے' نقوش سجدہ ان کے چہروں پہ موجود ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں ان کی صفت تورات میں ہے۔

زبور:

زبور بھی اللہ کی کتاب اور نور ہے' حضرت داؤدؑ پر اتاری گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (النسآء)

(2) قرآن کی اطلاع کے مطابق' زبور میں صالحین کو زمین کا وارث ٹھہرایا گیا۔ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء)

اور زبور میں ہم نے نصیحت کے بعد لکھ دیا' کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ (مراد جنت کی زمین)

انجیل:

قرآن حکیم نے انجیل کے کتاب ہونے کی تصدیق کی۔ ارشاد ہے۔

وَاٰتَیْنٰہُ الْاِنْجِیْلَ فِیْہِ ھُدًی وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ التَّوْرٰۃِ (المائدہ)

اور ہم نے اسے انجیل دی' اس میں ہدایت اور روشنی ہے' اور وہ بھی تورات میں سے جو کچھ اس وقت موجود تھا' اس کی تصدیق کرنے والی ہے۔

(2) انجیل میں الٰہی احکامات تھے' قرآن نے ہمیں خبر دی۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ (المائدہ)

اہل انجیل کو اللہ تعالیٰ نے یوں حکم دیا کہ جو اللہ نے قانون اتارا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں۔

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک فرمان بھی قرآن میں نقل کیا گیا۔ ارشاد ہے۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ (آل عمران)

اور میں (عیسیٰ علیہ السلام) اس چیز کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں' جو تورات میں سے اس وقت موجود ہے' اور تاکہ بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔

(4) حضرت نبی اکرم ﷺ دعائے ابراہیم اور نوید مسیحا بن کر تشریف لائے' انجیل نے آپ ﷺ کے بارے میں واضح بتایا کہ ایک نبی احمد تشریف لائیں گے۔ قرآن حکیم نے ہمیں اطلاع دی۔ ارشاد ہے:

اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف)

(وہ وقت یاد کرو) جب حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا' میں تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں' میں اس کی تصدیق کرتا ہوں جو میرے سامنے ہے تورات سے' اور ایک رسول کی خوشخبری دے رہا ہوں جو میرے بعد آئے گا' اور ان کا نام احمد ہوگا۔

ہم مسلمان قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق کتب سابقہ کی تعظیم کرتے ہیں ان پر ایمان لاتے ہیں ان کا اکرام کرتے ہیں' بے اکرامی سے بچتے ہیں' اور اسی پر ہمارا عقیدہ ہے۔

قرآن حکیم:

قرآن حکیم تمام کتابوں سے افضل کتاب ہے' ساری کتابوں سے آخری ہے' اس میں اور دوسری کتب میں کئی طرح سے فرق ہے' پہلے جو کتابیں آئیں ان میں ردوبدل کر دیا گیا' ان کے اصلی نسخے آج معدوم ہیں' ان کے ترجمے رہ گئے ہیں' لیکن وہ بھی بے ڈھنگی طرز کے' ان کو دیکھ کر کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ یہ کتاب اللہ ہے' ان کے مقابلہ میں قرآن ہے' جو تحریف سے اور ردوبدل سے پاک ہے' اس کا ایک ایک حرف محفوظ ہے۔

سابقہ کتب میں ان کے پیروؤں نے اپنے نظریات وخیالات شامل کر دیئے تھے ان میں یہ چھان پھٹک کرنا دشوار ہے کہ اصل کلام اللہ کون سا ہے؟ اور ان کتب میں برآمد شدہ چیزیں کیا اور کون سی ہیں؟ کہیں کلام الٰہی کے اشارے اور کہیں تاریخ جغرافیہ کے حوالے ملتے ہیں جن سے ان کا وہ الٰہی رنگ معلوم کرنا دشوار ہے جب کہ قرآن مجید مستند اور مضبوط نظریہ ہے اس کے بارے میں خود قرآن کریم کے ارشادات سے روشنی مفید مطلب ہے اور اسی کتاب کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

(1) اہل کتاب کو حکم ملا کہ کامیابی کے لیے اسی کتاب حکمت کی اتباع کرو۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (النسآء)

اے وہ لوگو: جنہیں کتاب دی گئی ہے تم اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے اتاری ہے اور وہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کچھ تمہارے پاس ہے یعنی قرآن حکیم تمہاری کتابوں کو جھٹلانے اور غلط قرار دینے کے لیے نہیں اتارا گیا بلکہ یہ تو ان کتابوں کا مصدق ہے جو تمہارے پاس ہے صرف تمہیں من مانیاں اور عقلی خیالات ان میں داخل نہ کرنے کے اشارے دیتا ہے جہاں تم رطب ویابس کو خلط ملط کرو گے وہاں یہ نشاندہی کرے گا۔

(2) پھر اہل کتاب کو کہا گیا۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ (المائدہ)

اے اہل کتاب: تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے تمہارے لیے ان بہت سی باتوں کو ظاہر کرتا ہے جو تم کتاب سے پوشیدہ رکھتے ہو اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر دیتا ہے۔

مطلب یہ کہ قرآن حکیم کسی سے لگت لپٹ رکھنے کی بجائے صاف اور بے لاگ بات کرتا ہے اہل کتاب احکام الٰہی کو پس پشت ڈالتے اور اپنی مرضی کے مسائل اجاگر کرتے اور اپنی مرضی کے خلاف مسائل کو سردخانے میں ڈال دیتے اور بسا اوقات اللہ کے احکامات کو اپنی مرضی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدل دیتے تھے قرآن نے ان کی ان عادات بد کا جائزہ لے کر کئی باتوں کو ظاہر کیا اور ان کی حماقتوں کے پردے چاک کیے اور اللہ کے دین میں ان کی اجارہ داری کو ختم کر کے اصل دین پیش کیا۔

(3) قرآن حکیم نور اور روشنی ہے جو روشنی کا جویا اور طالب ہوگا قرآن اسے نوازتا چلا جائے گا اندھیروں اور ظلمات سے نکال کر روشنی اور مستقیم راہوں پر گامزن کرے گا۔ ارشاد ربانی ہے

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ

السَّلَامِ وَيُخرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهٖ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (المائدہ)

تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کھول کر بیان کرنے والی کتاب آ چکی ہے، جس کے ذریعے سے اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت بخشتا ہے، جو اس کی خوشنودی کا اتباع کرتے ہیں، اور وہ اپنے حکم سے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے، اور سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

(4) قرآن حکیم کے منکر فاسق اور برے لوگ ہی ہوتے ہیں، اس کا انکار اچھے اور نیک سرشت لوگ نہیں کرتے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَمَايَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ (البقرہ)

اور ہم نے آپ کی طرف کھلی اور واضح آیات اتاری ہیں، ان کا انکار فاسق ہی کرتے ہیں۔

(5) قرآن مجید کی اتباع کرنے والے فلاح پائیں گے۔ ارشاد ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف)

پس وہ لوگ جو نبی پر ایمان لائے، اور نبی کی حمایت کی، اور مدد، اور آپ کو جو نور دیا گیا، اس کی اتباع کی وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

ان آیات میں قرآن کریم سے متعلق تفصیلی بیان کیا گیا، اور اس کی حقانیت و صداقت کو واضح کیا گیا۔

مسلمانوں کو قرآن حکیم کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے، اس سلسلہ میں بھی دور از کار مباحث سے احتراز کرتے ہوئے اسی قرآن پر نظر کر لی جائے تو یہ بات سونے پر سہاگہ کی مانند ہوگی، پھر قرآنی عقیدہ سے متعلق کسی قسم کی خلش، تذبذب اور شک دل میں نہیں کھٹکے گا، یوں تو سب جانتے ہیں، کہ قرآن کتاب اللہ ہے، مگر اس کے بارے میں ایک مسلمان کا تفصیلی عقیدہ کیا ہونا چاہیے اسے قرآن ہی کی روشنی میں سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔

عقید درباہ قرآن:

قرآن حکیم ایک اٹل اور واجب الطاعت قانون ہے، قرآن کریم پر اس وقت تک عمل پیرا نہیں ہوا جا سکتا، جب تک کہ اس سے متعلق وہ نظریہ اور عقیدہ نہ بنایا جائے، جب تک اس کے بارے میں یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ ہے کیا؟ یہ آیا کیسے؟ یہ کہتا کیا ہے؟ اب ان عقائد پر سرسری نظر دوڑائی

جائے، جو قرآن نے اپنے بارے میں بتائے، کہ ان کو تسلیم کیا جائے۔

(1) قرآن ہر قسم کے خلط ملط اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور ستھرا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہ، لَحَافِظُونَ (الحجر)

بے شک ہم ہی نے اس قرآن کو اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، یہاں ذکر بمعنیٰ قرآن ہے، معلوم ہوا قرآن کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، اسے اللہ نے اتارا ہے، اور اللہ ہی اس کا محافظ ہے، اس میں کمی اور زیادتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس میں گڈمڈ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(2) قرآن حکیم اللہ کا کلمہ ہے، اس میں تبدیلی محال ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاتلُ مَآ اُوحِیَ اِلَیکَ مِن کِتَابِ رَبِّکَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ (الکہف)

اور اس کی تلاوت کیجئے، جو آپ کے رب کی طرف سے کتاب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔

(3) قرآن کا جمع کرنا، اس کا پڑھانا اور اس کا بیان یہ اللہ ہی کی طرف سے اترا ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس میں کسی قسم کا اضافہ یا ردوبدل نہیں کیا۔

اِنَّ عَلَینَا جَمعَہ، وَقُراٰنَہ، فَاِذَا قَرَاْنَہ، فَاتَّبِع قُراٰنَہ، ثُمَّ اِنَّ عَلَینَا بَیَانَہ، (القیمہ)

اس کا جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارا ذمہ ہے، پس جب ہم اسے پڑھیں، تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں، پھر اس کے معانی کو سمجھا دینا بھی ہمارا کام ہے۔

(3) ارشاد ہے۔

سَنُقرِئُکَ فَلَا تَنسٰٓی اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ (الاعلیٰ)

ہم آپ کو ایسا پڑھائیں گے کہ آپ بھولنے نہ پائیں گے، مگر سوائے اس کے جسے خدا بھلانا چاہے۔

(4) قرآن کریم حضرت نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا مگر آپ ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے قرآن حکیم کے نام پر اپنی جانب سے کچھ نہیں فرماتے تھے، جو بولتے تھے وہ وحی الٰہی ہی تھا۔

وَمَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی اِن ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُّوحٰی (النجم)

وہ اپنے دل کی خواہش سے نہیں بول رہے بلکہ یہ جو کچھ ہے وحی ہے۔

(5) قرآن حکیم کو شیطان لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل نہیں ہوتا، بلکہ جبریل امین لاتا ہے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (الشعراء)

اسے لے کر شیطان نہیں اترتے، نہ یہ کام ان کے کرنے کا ہے، نہ یہ ان کے بس کا روگ ہے، بلکہ وہ تو وحی کے سننے سے بھی دور رکھے گئے ہیں۔

دوسرے مقام پر آتا ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الامينُ

اسے تو روح الامین (فرشتہ) کے ذریعہ اتارا ہے۔

(6) قرآن باطل کی آمیزش سے پاک ہے۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (حٰمٓ السجدہ)

باطل نہ اس کے سامنے سے آسکتا ہے، اور نہ پیچھے سے، یہ ایک حکیم اور سزاوار حمد ہستی کی نازل کی ہوئی ہے۔

(7) قرآن لاریب کتاب ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرہ)

یہ کتاب ہے، اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

(8) یہ علم کی بنیاد پر اتاری گئی ہے، ظن وگمان کے مطابق نہیں، اسے اتارنے والی ذات علیم وخبیر ہے جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، جو ذرے سے آفتاب تک، آفتاب سے ذرے تک، زمین و آسمان کے مخفی و پوشیدہ بھید جاننے والی ذات ہے، اسے اس نے اتارا ہے۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الفرقان)

آپ فرما دیجئے، یہ کتاب اس نے اتاری ہے، جو زمین وآسمان کے بھید جانتا ہے۔

(9) قرآن کجی سے پاک ہے، اس کی تعلیمات سیدھی اور سادہ ہیں، ان میں کسی قسم کا ہیر پھیر اور اونچ نیچ نہیں ہے۔

وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا قَيِّمًا (الکھف)

اور اس نے اس میں کوئی کجی نہیں رکھی، وہ بالکل سیدھا ہے۔

دوسرے مقام پر آتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل)

بے شک یہ قرآن سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

(10) قرآن حکیم میں جو کچھ موجود ہے' اسے ماننے میں ہی نجات وفلاح ہے' اسے اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرنے کی جرات نہیں کر سکتا' اور نہ ہی اسے اس کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ ایسا کرے' حضرت نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا کہ ساری دنیا اس ارشاد کو سنے۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ (یونس)

آپ فرما دیجئے: کہ میں اس کتاب کو اپنی طرف سے بدلنے کا حق نہیں رکھتا۔

علاوہ ازیں قرآن کریم کی ہر آیت عقیدہ ہے' ہر آیت پر ایمان لایا جائے' کسی ایک آیت کے بارے میں ذہن ڈگمگا جائے تو ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے اس لیے الحمد کی ''الف'' سے لے کر والناس کی ''س'' تک سارا قرآن ایک مسلمان کا عقیدہ ہے۔

پورے قرآن کو کھول کر پڑھا جائے تو انسان محسوس کرتا ہے' کہ انسان کی زندگی کے بے شمار مسائل کا حل قرآن نے پیش کیا ہے' مسئلہ صرف اس پر ایمان ویقین کا رہ جاتا ہے' جو آدمی حق تعالیٰ کے فرمودات کو بہ دل وجان تسلیم کرتا ہے وہ کامیاب ہے' اور جو شک وشبہ کی زنجیروں میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے لیے دونوں جہاں ظلمات اور اندھیر بن گئے' اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ ہر ہر فرمان کو دل وجان سے مان کر اس پر عمل کرے۔

خلاصہ بحث:

(1) قرآن حکیم نے ہمیں اطلاع دی ہے' کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء پر صحائف اتارے (2) انبیاء پر کتابیں اتاریں (3) آخر میں ساری کتابوں کی سردار کتاب قرآن کی شکل میں اتاری (4) ان تمام کتابوں وصحیفوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ جب تک ان تمام کتابوں پر ایمان نہیں لایا جاتا' انسان اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا' ایمان سب پر لانا ہے کہ یہ منزل من اللہ ہیں اور اتباع صرف قرآن حکیم کی کرنی ہے' اگر قرآن کے علاوہ کسی کتاب میں نجات کا عقیدہ اپنایا گیا تو وہ باعث نقصان ہوگا' قرآن کے کسی حرف اور کسی آیت میں شک کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے' اس کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے سے انسان فاسق اور گنہ گار رہتا ہے' اور ان کے انکار سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

ایمان بالرسل

حضرات انبیاء ورسل پہ ایمان یہ بھی اسلام کے بنیادی واساسی عقائد میں سے ہے' قرآن حکیم نے ایمان باللہ' ایمان بالملائکہ' ایمان بالکتب کے ساتھ ساتھ ایمان بالرسل کا حکم بھی دیا ہے' انبیاءؑ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے اپنے علاقوں اور جگہوں میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تبلیغ کرتے رہے' اپنی اپنی قوم کو رشد وہدایت اور راہ مستقیم پر گامزن کرتے رہے' انبیاءؑ کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ ہے' مگر ہمیں قرآن حکیم کے توسط سے چند ناموں کے علاوہ کچھ علم نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے کچھ انبیاء کے نام ذکر کیے' اور کئی انبیاء کے نام نہیں بتائے۔

تمام انبیاءؑ پر ایمان ضروری ہے' کسی ایک نبی کی تکذیب گویا تمام انبیاء کی تکذیب ہے اور کسی ایک کی تصدیق سب کی تصدیق ہے' اسلام تمام انبیاء ورسل پہ ایمان کو ضروری سمجھتا ہے' کوئی شخص کسی ایک رسول پہ ایمان لائے' دوسرے رسولوں پر ایمان نہ لائے' تو ایسا شخص اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔

جن انبیاءؑ کرام کے اسمائے گرامی قرآن میں مذکور ہیں ان پر صراحۃً ایمان رکھنا ضروری ہے' اور دیگر تمام انبیاءؑ جن کے اسماء سے ہم لاعلم ہیں' اور وہ منجانب اللہ انسانیت کی فوز وفلاح' نجات اور کامیابی کے لیے مبعوث ہوئے ان پر اتنا ایمان رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے' کہ وہ سب کے سب صدق وصداقت کے پیکر تھے'' لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُم '' ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ اور کسی خاص شخص سے متعلق یہ کہنا کہ وہ نبی تھا یا نہیں تھا' یہ فضول بحث ہے' کسی کے حق میں اور کسی کی مخالفت میں دلائل کے انبار لگانے کا حکم ہے' دیگر پیروان مذاہب عجیب عجیب نام لیتے رہتے ہیں' مثلاً ہندو' سکھ' آریہ سماج' یہ بھی اپنے کو انبیاء کے پیروکار کہتے ہیں' ہم ان کے پیشواؤں کو برا نہیں کہہ سکتے' ہمیں حکم یہی ملا ہے' کہ کسی کے پیشوا کو برا بھلا مت کہو' وہ تمہارے معبود کو برا بھلا کہیں گے۔

نبی اور رسول کا معنی:

مختلف کتب میں نبی اور رسول کے درمیان فرق بیان کیا جاتا ہے' حالانکہ نبی اور رسول دونوں کا عہدہ اور منصب ایک ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے' جو فرق عموماً لکھے جاتے ہیں ان کی بنیاد

قرآن حکیم کی کسی آیت یا حدیث مصطفیٰ ﷺ پر نہیں ہوتی۔

رُسُــــل 'رسول کی جمع ہے'رسول'رسالت سے ہے'اس کا معنی بھیجنا اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے''سَفَارَةٌ بَيْـنَ الـلّٰهِ وَبَيْنَ ذَوِى الْعُقُوْلِ لِيُزِيْلَ بِهَا عِلَلَهُمْ مَا قُصِرَتْ عَنْهُ عُـقُـوْلُهُمْ مِنْ مَصَالِحِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ''(روایت حدیث'علامہ تقی امینی)رسالت اللہ اور عقل والوں کے درمیان سفارت ہے' تاکہ اللہ اس کے ذریعے ان کی بیماریاں زائل کردے'اور دنیا و آخرت کی جن مصلحتوں کے سمجھنے میں ان کی عقلیں ناکام ہیں'ان کی اطلاع دے۔

(2) رسول کا معنی ہے''اَلَّـذِىْ يُتَابِعُ اَخْبَارَ الَّذِىْ بَعَثَهُ ''(لسان العرب)وہ شخص جو اپنے بھیجنے والے کی خبروں کی اتباع کرتا ہے۔

(3) شریعت کی اصطلاح میں رسول کی تعریف یوں ہے''هُوَ اِنْسَانٌ' بَـعَثَهُ' اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَى الْـخَلْقِ لِتَبْلِيْغِ الْاَحْكَامِ ''(کتاب التعریفات'جرجانی)رسول وہ انسان ہے'جس کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احکام کے لیے مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔

حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا''اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعَثَنِىْ اِلَى الْعِبَادِ ''(مسند احمد) میں اللہ کا رسول ہوں'اللہ تعالیٰ نے مجھے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔

نبی کا معنی:

نبی نبأ سے ماخوذ ہے'اس کا معنی ہے'خبر'اس لحاظ سے نبی کا معنی خبر دینے والا'ہر خبر کو'نبأ''نہیں کہتے بلکہ جس سے یہ تین باتیں حاصل ہوں وہ "نبأ" ہے۔

1- عظیم

2- یقین یا

3- غلبہ ظن۔

بعض علماء لغت نے نبی کا مادہ نَبْوَةٌ تسلیم کیا ہے'جس کے معنی رفعت و بلندی ہے'نبی کو نبی کیوں کہا جاتا ہے؟''وَسُـمِّـىَ نَبِيًّـا لِـرِفْـعَةِ مَـحَلِّهٖ عَنْ سَائِرِ النَّاسِ ''(المفردات فی غریب القرآن'علامہ اصفہانی) نبی کا مقام تمام لوگوں سے بلند ہوتا ہے'اس لیے اس کو نبی کہتے ہیں۔

رسالت کی طرح نبوت بھی سفارت ہے۔

.سفَارَةٌ بَيْـنَ الـلّٰهِ وَبَيْنَ ذَوِى الْعُقُوْلِ مِنْ عِبَادِهٖ لِاِزَالَةِ عِلَلِهِمْ فِىْ اَمْرِ مَعَادِهِمْ وَ مَعَاشِهِمْ''(المفردات فی غریب القران)

دنیا و آخرت کے معاملہ میں بندوں کی بیماریاں دور کرنے کے لیے اللہ اور عقل والوں کے درمیان سفارت ہے' نبی کے اصطلاحی معنی وہی ہیں جو رسول کے ہیں۔

''ھُوَ اِنسَانٌ بَعثَہُ اللّٰہُ تعالٰی اِلَی الخَلقِ لِتَبلِیغِ الاَحکَام '' (درایت حدیث علامہ تقی امینی) نبی وہ انسان ہوتا ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احکام کے لیے مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔

بعض ائمہ نبی اور رسول کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں' کہ نبی اسے کہا جاتا ہے' جسے کتاب بھی دی جائے' اور رسول اسے کہا جاتا ہے' جسے کتاب نہ دی جائے' اور بعض ائمہ لغت یوں کہتے ہیں کہ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہے' بہر حال اس جگہ اس فرق کی وضاحت بے سود ہوگی' صرف اتنا جاننا ضروری ہے کہ نبی ہو یا رسول دونوں ہی خلق خدا کے لیے ان کے خالق کا پیغام پہنچانے' اور خالق کے احکام مخلوق کو سنانے آتے ہیں۔

رسول کے انکار کا نقصان:

حق تعالیٰ نے اپنی ذات پر جس طرح ایمان لانے اور عقیدہ رکھنے کا حکم دیا' اسی طرح اپنے رسولوں پر ایمان لانے کا حکم بھی دیا اور اسے کامل نیکی قرار دیا ''لَیسَ البِرَّ اَن تُوَلُّوا وُجُوھَکُم قِبَلَ المَشرِقِ وَالمَغرِبِ وَلٰکِنَّ البِرَّ مَن اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالیَومِ الاٰخِرِ وَالمَلٰئِکَۃِ وَالنَّبِیّٖنَ''

یہاں ایمان باللہ کا ذکر ہے

یہاں آخرت کے دن پر ایمان کا ذکر ہے'

یہاں ایمان بالملائکہ کا ذکر ہے

یہاں انبیاء پر ایمان لانے کا ذکر ہے' اسی کو کامل نیکی قرار دیا گیا ہے۔

جنہوں نے ان پر ایمان و اعتقاد رکھا وہ دنیا و عقبیٰ میں سرفراز و شاد کام ہوئے' اور جن لوگوں نے احکامات الٰہیہ اور فرامین انبیاء سے سرتابی اور سرکشی کی انہیں تازیانہ عبرت بنا دیا گیا' ان کو دنیا میں بھی رسوا کیا گیا' آخرت کی بربادی اور حسران تو واضح ہے۔

کتنی بستیاں ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے سامنے سرکشی کی۔ تو حق تعالیٰ نے ان سے سخت حساب لیا' اور انہیں سزائیں دی گئیں' آخر کار ان کا انجام نامرادی و بربادی ہوا۔

ارشاد ربانی ہے۔

''وَکَاَیِّن مِن قَریَۃٍ عَتَت عَن اَمرِ رَبِّھَا وَرُسُلِہٖ فَحَاسَبنٰھَا حِسَابًا شَدِیدًا وَّعَذَّبنٰھَا عَذَابًا نُکرًا فَذَاقَت وَبَالَ اَمرِھَا وَکَانَ عَاقِبَۃُ اَمرِھَا خُسرًا'' (الطلاق)

(2) جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے' اس کے رسولوں پر ایمان نہیں رکھتے' ان کے مذموم عزائم اور مقاصد یہ ہیں کہ کسی طرح اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کی جائے اور پھر وہ یوں کہیں کہ ہم بعض احکام کو مانیں اور بعض کو چھوڑ دیں' اور پھر اس کے درمیان کوئی راستہ تلاش کریں' تو ایسے لوگ قطعی کافر ہیں۔ حق تعالیٰ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور جو اللہ پر ایمان لائے' رسولوں پر ایمان لائے' اللہ اور رسولوں کے درمیان تفریق ڈالنے کا مذموم اور بودا ارادہ بھی نہیں رکھتے' حق تعالیٰ انہیں اجر عطا فرمائیں گے (النسآء) ایک طرف کفار اور منکرین کے لیے عذاب ہے اور دوسری طرف اہل ایمان کے لیے اجر و جزائے خیر ہے۔

اللہ اور اس کے رسولوں کا تعلق کچا دھاگا نہیں ہے' جو کسی کے کھینچنے سے ٹوٹ جائے' اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تعلق نا قابل انقطاع ہے' جو لوگ اس تعلق کو توڑنے کے خواب دیکھ رہے ہیں' اور اس قسم کے مذموم خیالات کے حامل ہیں' تو ایسے لوگ حمقاء کی جنت میں بستے ہیں' ان کے لیے جہنم کا عذاب تیار ہے' اور ان کا منتظر ہے' ان کی جان بخشی کبھی نہیں ہو سکتی۔

(3) جو شخص آفتاب ہدایت کے طلوع ہو جانے کے باوجود اندھیاروں اور ظلمت میں سرگرداں اور افتاں وخیزاں رہے' یقیناً ایسا کوتاہ بخت اور کور فہم قابل مذمت ہے' جو رشد و ہدایت کی ضیاء بار کرنوں کو دیکھنے کے باوجود اپنی آنکھیں موند لیتا ہے' حقانیت وصداقت کے کھلے دلائل و براہین کے باوجود ''میں نہ مانوں'' کا اصرار کر رہا ہو ایسا شخص عذاب الٰہی کا مستحق ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

''وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا'' (النسآء)

اور جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے' اور اہل ایمان کی راہ سے ہٹ کر کسی اور راہ کو اپنائے اسے ہم اسی راستے پر پھیر دیں گے' جس پر وہ خود پھر گیا' اور آخرکار اسے جہنم میں پھینک دیں گے' اور جہنم میں بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں خدا کو مانتا ہوں' اس کے آثار قدرت کو مانتا ہوں' اس کی تمام کرشمہ سازیوں کو مانتا ہوں' اس کے کسی حکم کے آگے سرکشی نہیں کرتا' اس کی نافرمانی نہیں کرتا' مگر اس کے فرستادوں کو نہیں مانتا' ان کی باتوں کو نہیں مانتا ان کی احادیث کا قائل نہیں ہوں' ان کی رسالت کو نہیں مانتا' تو ایسا شخص کبھی بھی کسی حال میں مسلمان نہیں ہو سکتا' وہ یوں کہتا ہے کہ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو مانتا ہوں' مگر محمد رسول اللہ کو نہیں مانتا' کلمہ کی ایک شق کا اقرار کرتا ہے' مگر دوسری سے راہ فرار اختیار

کرتا ہے' تو یہ شخص مسلمان نہیں ہو سکتا' ایک شخص توحید ربانی کا قائل ہے' مگر رسالت کا منکر ہے تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

ان ارشادات عالیہ کے بعد اب ہمیں غور کرنا ہو گا' کہ حق تعالیٰ نے نظام کائنات میں انبیاءؑ کو کیا منصب اور مقام دیا ہے' اور ہم انہیں کیسے مانیں؟ کس طرح ہم ان کی اتباع و پیروی کریں؟ انہیں ماننے کا معیار اور میزان کیا ہے؟ اس سلسلہ میں آئندہ مضمون مفید مطلب ہے' چونکہ چند صفحات کے بعد ہم ''رسالت'' کے عنوان پر بھی لکھنے اور سمجھنے کا ارادہ رکھتے ہیں' اس لیے تفصیلی مضمون وہاں دیکھا جائے' اس جگہ صرف انبیاءؑ و رسل پر ایمان و اعتقاد سے متعلق مختصراً لکھا جائے گا' کہ ہم انبیاءؑ پر کیسے ایمان لائیں۔

انبیاءؑ و رسل پہ ایمان:

اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں' جس طرح جنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں' اور جس طرح باقی کائنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے بعینہ اسی طرح انبیاءؑ و رسل بھی اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں' انہیں اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور اللہ ہی ان سب کا مالک' اور رازق ہے۔ اور اللہ ہی نے انہیں کائنات میں چنا اور منتخب کیا ہے' اللہ ہی نے انہیں انسانوں کی نجات کے لیے پیام ہدایت دے کر بھیجا ہے۔

ایک مسلمان کا ایمان یہ ہونا چاہیے' کہ فرشتے' جنات' اور انبیاءؑ و رسل اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی منشاء و مرضی کے بغیر کسی قسم کا نفع نہیں پہنچا سکتے' اور نہ ہی اختیارات رکھتے ہیں' اور نہ ہی نافع اور ضار ہیں' نفع و نقصان دینے والی ذات اللہ کی ہے۔

اسی طرح مسلمان یہ ایمان بھی رکھے کہ تمام انبیاءؑ و رسل انسان ہیں' انسانوں کی طرح دنیا میں آئے' اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ان پہ موت آئی ہے' جس طرح انسان بیمار ہوتے ہیں' وہ بھی اسی طرح بیمار ہوتے ہیں' ان کی شکل و صورت بھی انسانوں کی طرح ہوتی ہے' جسمانی ڈیل ڈول' اور بناوٹ بھی انسانوں کی طرح ہوتی ہے' کھانا پینا' اٹھنا' بیٹھنا' چلنا پھرنا' ان کا انسانوں جیسا ہی ہوتا ہے ان میں انسانی صفات ہی ہوتی ہیں' وہ اِلٰہ' خدا' یا معبود نہیں ہوتے۔

نبی و رسول انسان ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ ان پر اپنی وحی نازل فرماتے اور انہیں اپنے احکامات سے نوازتے ہیں' اور قدم قدم پر ان کی راہنمائی اور دستگیری فرماتے ہیں' ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند اور اونچا ہوتا ہے' انبیاءؑ و رسل کا درجہ اور مقام ساری کائنات سے اعلیٰ اور افضل ہے' تمام انبیاءؑ

میں حضرت داؤ دحضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کا مقام بلند ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امتیازی شان یہ ہے کہ وہ بعد از خدا بزرگ تو قصہ مختصر کا مصداق ہیں' اللہ کے بعد آپ کا رتبہ اور مقام سب سے اعلیٰ وبالا ہے۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کے لیے ایسا سلسلہ جاری فرماتے ہیں کہ انبیاء گناہوں سے بچتے ہیں' گناہ چھوٹا ہو یا بڑا کسی نبی سے سرزد نہیں ہوسکتا' اگر گناہ نبی کی طرف آئے تو اللہ اپنے نبی اور اس گناہ کے درمیان اپنی قدرت کی دیوار حائل کر دیتے ہیں' جس سے انبیاء کو معصوم رکھا جاتا ہے' اس کے باوجود انبیاء انسان ہوتے ہیں۔

نبی انسان ہوتا ہے:

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ نبی انسان ہوتا ہے پہلی امتوں کے لوگ انبیا ورسل کے انسان ہونے پر حیران ہوتے تھے کہ یہ نبوت ورسالت کے مدعی ہیں' مگر ان میں انسانی صفات ہیں' یہ ہماری طرح ہی ہیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟

اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَباً اَنْ اَوْحَینَا اِلٰی رَجُلٍ مِنْھُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِینَ اٰمَنُوا (یونسؑ)

کیا لوگ تعجب کرتے ہیں؟ اس بات پر کہ ہم نے انہی میں ایک آدمی کی طرف وحی کی ہے' تاکہ لوگوں کو غفلت سے بیدار کرے (جہنم کے عذاب سے ڈرائے) اور اہل ایمان کو بشارت سنائے (جنت کی)

(2) جہلاء اور نادان لوگ انبیاء ورسل کے ساتھ استہزاء کرتے تھے' کہ دیکھو: انہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے' لوگ اس بناء پر ایمان نہیں لاتے تھے' کہ یہ تو ہماری طرح کے انسان ہیں۔

اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَراً رَّسُوْلاً (بنی اسرائیل:94)

کیا اللہ نے انسان (بشر) کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

ان لوگوں کا یہ خیال تھا' کہ ہمارے پاس کوئی فرشتہ رسول بن کر آئے تاکہ ہم اس پر ایمان لائیں' حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ہم انہیں انبیاءؑ کے بارے میں یہ نہ کہنے دیتے۔

اِنْ اَنْتُمْ اِلاَّ بَشَرٌ مِثْلُنَا (ابراہیم) تم تو ہماری طرح انسان ہو'

(3) لَوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلاَئِکَۃٌ یَمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلاً ''اگر زمین پر فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور کسی فرشتے ہی کو ان کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے (بنی اسرائیل:95)

(4) جب انبیاء اللہ کے دین کی دعوت دیتے' اور لوگوں کو راہ راست پر آنے کا کہتے تو گمراہ لوگ یوں کہتے کہ تم ہماری طرح ہی ہو تو انبیاء ان کو جواب دیتے تھے "اِنْ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ" (ابراہیم:39)

ہم تمہارے جیسے انسان ہی ہیں' مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے' نوازتا ہے۔

(5) انبیاء و رسل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں' وہ کھانا بھی تناول فرماتے' اور پانی بھی نوش جاں فرماتے ہیں اور بازار میں بھی آتے جاتے ہیں' یہ لوازمات زندگی ہیں' یہ کام شان پیغمبری کے خلاف نہیں ہیں' لیکن مخالفین یہ کہتے تھے کہ یہ کیسے رسول ہیں؟ انہیں کیا ہے؟

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا (الفرقان)

یہ کیسا رسول ہے؟ کھانا کھاتا ہے' اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے' اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا' جو اس کے ساتھ ہوتا' اور نہ ماننے والوں کو ڈراتا۔

حق تعالیٰ شانہ نے مخالفین کی یاوہ گوئی کے جواب میں اپنے نبی ﷺ کو مخاطب ہو کر فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (الفرقان:20)

آپ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے' وہ سبھی کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

مخالفین و معاندین سے مخاطب ہو کر فرمایا' کہ اگر ہم اپنے نبی کی بجائے کسی فرشتہ کو اتارتے' تو معاملہ کب کا صاف ہو چکا ہوتا' اگر نبی انسان نہ ہوتا بقول ان کے کوئی فرشتہ اترتا' جو نہ کھانا کھاتا' نہ بازاروں میں چلتا' نہ اس کی زندگی کے لوازمات ہوتے تو پھر انجام کیا ہوتا؟

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (الانعام:9)

اور یہ کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا' اگر کہیں ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا' پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی' اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو اسے انسانی شکل ہی میں اتارتے' اور اس طرح انہیں اسی شبہ میں مبتلا کر دیا جاتا جس میں یہ مبتلا ہیں۔

(6) یہ بات وضاحت کے ساتھ سامنے آ چکی ہے' کہ رسول انسان ہی ہوتا ہے' اور اسے انسان ہی سمجھنا ضروری ہے' لیکن عام انسان اور خاص انسان کا فرق یہ ہے کہ خاص انسان پر وحی

نازل ہوتی ہے اور عام انسانوں پر وحی نہیں اترتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے کہلوایا۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ (حم سجدہ)

اے نبیؐ آپ ان سے کہہ دیجئے، میں تمہاری طرح انسان ہوں، مجھے وحی کے ذریعہ بتایا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کا جسامت میں عام انسانوں کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دو ہاتھ، آپ ﷺ کا سر مبارک، آپ ﷺ علیہ وسلم کی زبان مبارک، آپ ﷺ کے کان مبارک۔

اور آپ ﷺ کی جسمانی ساخت تو عام انسانوں جیسی ہے، مگر آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ، آپ کی عادات مبارکہ، آپ ﷺ کی نشست و برخاست، قول و قرار، غرضیکہ آپ کے تمام افعال و اعمال افضل و اعلیٰ ہیں،

لا یمکن الثناء کما کان حقّہ،

بعد از خدا بزرگ تو قصّہ مختصر

آپ ﷺ کی ظاہری جسامت بیان کرنے سے مقصد آپ ﷺ کی انسانی خاصیت بیان کرنا ہے، ورنہ آپ ﷺ کا رتبہ اور درجہ خدا کے بعد ساری کائنات سے افضل ہے، اس میں کمی بیشی کرنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

(7) ایک مسلمان کا رسول کے بارے میں یہ نظریہ اور عقیدہ ہونا ضروری ہے، کہ تمام نبی دنیا سے کامیاب ہو کر گئے۔

جس نبی نے ساری زندگی محنت کی ہزاروں افراد کو اپنے ساتھ ملایا، خدا کا پیام اسے سنایا، وہ بھی کامیاب اور جس نے ساری زندگی محنت کی مگر ایک فرد اس کی دعوت پر کان دھر کر مسلمان ہوا، وہ بھی کامیاب، اور جس نے ساڑھے نو سو سال محنت اور دعوت کا کام کیا اور چالیس یا بتالیس افراد مسلمان ہوئے وہ بھی کامیاب، کسی نبی کے اصحاب کی قلت و کثرت پر کامیابی و ناکامی کے معیار و مقیاس قائم کرنا اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔ ہمیں یہ نظریہ رکھنا چاہیے کہ اللہ کے تمام فرستادے کامیاب و کامران دنیا سے رخصت ہوئے، چاہے کسی کے ساتھ ایک شخص ہو یا ایک لاکھ چوبیس ہزار کا لشکر اسلام۔

(8) نبی و رسول اللہ کے پیغام اور احکام میں کوتاہی اور کمی بیشی نہیں کر سکتا، اللہ ایسے کسی انسان کو نبی و رسول نہیں بناتے جو خائن اور بددیانت ہو، اللہ تعالیٰ ایماندار اور دیانت داروں کا انتخاب کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اشاروں اور کنایوں پر زندگی گزاریں اور اس کے احکامات دوسروں تک

پہنچائیں۔ارشادربانی ہے۔

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه' (   )

آپ کی طرف جو کچھ نازل کیا گیا' اسے پہنچایئے' اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔

(9) نبی اپنی مرضی کے مسائل واحکام بیان نہیں کرسکتا' نبی وہی بولتا ہے جو امر خداوندی ہوتا ہے' نبی کی خواہشات اللہ کی مرضی کے تابع ہوتی ہیں۔

ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلاَّ وَحْیٌ يُّوْحٰى (النجم:4)

وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے' یہ ایک وحی ہے جو ان کی طرف اتاری جاتی ہے۔دوسری جگہ ارشادربانی ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْجَآءَ كُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ (النسآء:70)

اے لوگو: یہ رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے'

(10) تمام انبیاء ورسل پہ ایمان رکھنا ضروری ہے' مگر اتباع صرف حضرت نبی اکرم ﷺ کی کرنا ہے' اور یہی جنت اور کامیابی کی ضمانت بھی ہے۔ارشادربانی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

بے شک تمہارے لیے رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

(11) تمام انبیاءؑ کی شریعتیں اور دین منسوخ ہوگئے ہیں' صرف اور صرف دین اسلام اور شریعت محمدی باقی ہے' اور ناسخ ہے' اس کی اتباع ضروری ہے' حضرت نبی اکرم ﷺ کا ایک فرمان گرامی ہے۔

لَوْكَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَاوَسِعَه' اِلاَّ اِتِّبَاعِىْ (مسند احمد'مشکوٰۃ)

اگر اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰؑ بھی آج زندہ ہوتے (دنیا میں) تو ان کو میری شریعت کی پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا' حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے' تو اپنی شریعت کی تعلیم اور دعوت نہیں دیں گے' بلکہ شریعت محمدیہ کی دعوت دیں گے' معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کی بعثت کے بعد سارے انبیاء کی اتباع غیر ضروری قرار دی گئی' اور صرف حضرت محمد ﷺ کی اتباع کو لازم اور ضروری قرار دیا گیا ہے' دوسرے مقام پر حضرت ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت بتایا گیا ہے' اس لیے آپ ﷺ کو کامل مکمل' اکمل اور اعلیٰ بنا کر بھیجا گیا ہے' اور آپ کو عالمگیر بنا کر بھیجا گیا ہے تا کہ

قیامت کی صبح تک آنے والے انسان آپ ﷺ کی اتباع، آپ ﷺ کی دعوت، آپ ﷺ کے دین، آپ کی شریعت اور آپ ﷺ کی تعلیمات کی پیروی کر کے سرخرو ہو سکیں، اور جو آپ کی اطاعت واتباع نہیں کرتا وہ دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔

(12) مسلمان کا ایمان بھی ہونا چاہیے کہ کسی نبی میں اللہ تعالیٰ کی صفات نہیں ہوتیں، مثلاً مخفی و پوشیدہ باتوں کو جاننا یہ اللہ کا خاصہ ہے، حاجت برآری اور مشکل کشائی یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، نافع وضار اللہ کی ذات ہے، بیماری وشفاء دہندہ اللہ ہی ہے، مختار کل اللہ ہی ہے، ہر جگہ اور مقام پر اللہ ہی موجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ورسول سے ایسی امیدیں وابستہ کرنے، اور اسے ایسا سمجھنے کے احتمالات کے باعث حضرت ﷺ سے واضح، واشگاف اور دوٹوک الفاظ میں کہلوا دیا، تاکہ کسی قسم کا گمان وشبہ تک نہ رہ جائے کہ نبی بھی اللہ تعالیٰ کے اختیارات، اس کی مالکیت، اس کی ربوبیت اور باقی صفات میں شریک وسہیم ہو سکتا ہے۔ ارشاد ہے۔

قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ، اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَیَّ (الانعام:50)

آپ فرما دیجئے، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ ہی میں چھپی باتیں جانتا ہوں، اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔

(13) نافع وضار نبی نہیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (الاعراف:188)

آپ فرما دیجئے: میں اپنے لیے کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، اللہ جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اور اگر مجھے چھپی باتوں کا علم ہوتا تو میں ازخود بہت سے فائدے حاصل کر لیتا، اور مجھے کبھی نقصان نہ پہنچتا، میں محض ایک ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔

(14) حضرت نبی اکرم ﷺ تمام انسانوں کے لیے بشیر ونذیر بن کر تشریف لائے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سباء:3)

اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے' لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

(15) حضرت ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیے گئے'

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء:7)

اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(16) آپ ﷺ کو یہ امتیازی شان عطاء کی گئی کہ آپ کا دین پوری دنیا کے ادیان پر غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ( )

اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے' تا کہ اسے پوری دنیا کے ادیان پر غالب کرے۔

(17) ایک مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہیے' کہ جو سلسلہ نبوت حضرت آدمؑ سے جاری ہوا تھا' اسے حضرت رحمت دو عالم ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے' آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔

وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب)

آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں' آپ ﷺ نے خود بھی ارشاد فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اگر میرے بعد سلسلہ نبوت جاری رہتا تو عمرؓ اس لائق تھا کہ نبوت اسے ملتی' آپ نے اپنی ختم نبوت کی مثال محل کی دی' کہ اللہ نے نبوت کا محل تعمیر کیا' صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی رکھی' اس جگہ مجھے رکھ کر اس سلسلہ کو مکمل کر دیا۔

ایمان بالملائکہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم ہے' اور ساتھ ہی فرشتوں پر ایمان لانے کا ذکر بھی موجود ہے' حضرت رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات عالیہ میں بھی ایسے ہی حکم ملتا ہے' فرشتوں پر ایمان و عقیدہ اسی طرح رکھا جانا چاہیے جس طرح اللہ اور اس کے رسول نے حکم فرمایا' یہی کامیاب ترین عقیدے کی علامت ہے' اگر اس طرح عقیدہ نہ رکھا جائے تو عقیدے میں فساد اور گڑبڑ کا اندیشہ ہے' مشرکین مکہ نے دو قسم کی مخلوقات کو اللہ کا شریک سمجھا ہوا تھا' ایک وہ جو ظاہر نظر آتی ہیں' سورج'

چاند تارے، آگ، پانی اور انسان انہوں نے ہر بیماری کا ایک ایک شفاء دہندہ بنایا ہوا تھا اور انہیں خدا کا شریک وسہیم سمجھا ہوا تھا، بلکہ فرشتوں کو خدا کی بنات سمجھتے تھے، کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، قرآن حکیم نے مشرکین کی ان تمام خرافات کو لغو اور بے ہودہ قرار دیا۔

فرشتہ کے معانی:

قرآن وسنت میں فرشتوں کے لیے لفظ ملائکہ استعمال ہوا ہے ملائکہ ملک کی جمع ہے، بمعنی فرشتہ (2) قاصد، فرشتہ کو قاصد اس لیے کہا جاتا ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات مخلوق خدا تک پہنچاتا ہے اسی طرح فرشتہ کو رسول بھی کہا جاتا ہے، یہ بھی قاصد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور فرشتہ کی تعریف یہ ہے ''هُوَ نُوْرَانِيٌّ يَتَشَكَّلُ بِاشْكَالِ الْمُخْتَلِفَةِ لَايُذَكَّرُوَلَا يُؤَنَّثُ'' فرشتہ اللہ کی وہ نورانی مخلوق ہے، جو مختلف شکلیں اختیار کرتی ہے نہ مذکر اور نہ ہی وہ مونث ہوتا ہے۔

(2) فرشتے اللہ تعالیٰ کی وہ نورانی غیر مادی مخلوق ہیں جو خدا تعالیٰ کے احکامات کے مطابق دنیا کا نظام چلا رہے ہیں۔

(3) فلاسفہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کے لیے جسم نہیں ہوتا، لیکن ان میں دوسری چیزوں پر اثر ڈالنے کی صلاحیت ہے۔

(4) عیسائیوں کے نزدیک لوگوں کی ارواح موت کے بعد جسم سے جدا ہو جانے کی حالت میں ''فرشتہ'' کہلاتی ہیں۔

(5) زرتشت دھرم میں ملائکہ وہ خارجی ہستیاں ہیں جو ہماری روحانی اور جسمانی تربیت کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان وسائط ہیں۔

(6) یہودی مذہب میں فرشتوں کو خدا کے بیٹے، قدوسی اور پاک ظاہر کیا گیا ہے، پھر ایک جگہ انہیں گنہ گار کہا گیا ہے۔

اسلام فرشتوں کے بارے میں یہ نظریہ پیش کرتا ہے، کہ وہ نورانی مخلوق ہیں، اللہ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے ان کے اندر برائی کا کسی قسم کا جذبہ نہیں پایا جاتا، کھانے پینے، رشتے اور ازدواج کے تعلقات سے منزہ اور پاک ہیں، فرشتوں کو ایسے وجود ودیعت کیے گئے ہیں، جو عام طور پر نظر نہیں آتے اور مختلف روپ دھار سکتے ہیں اگرچہ ہر فرشتے کی اپنی الگ شکل ہے ایسی شکل کہ انسان اسے دیکھنے کا تحمل نہیں کر سکتا، اور نہ ہی ان کے طول وعرض کی پیمائش کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے حضرت جبرئیل امین کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کے چھ سو پر ہیں، اور ایک ایک پر کی لمبائی

مشرق و مغرب پہ پھیلتی ہے' عرش الٰہی کے اٹھانے والے فرشتوں کے پاؤں اور کولھوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے' کان کی لو سے کندھے تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہے۔

چار فرشتے افضل:

تمام فرشتوں میں افضل ترین چار فرشتے ہیں' جبرئیل میکائیل' عزرائیل' اسرافیل' یہ چار فرشتے انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے افضل و اعلیٰ مقام کے حامل ہیں' حضرت جبریل وحی لانے' حضرت میکائیل روزی پہنچانے عزرائیل موت اور اسرافیل قیامت کے دن صور پھونکنے کے ذمہ دار ہیں۔

باقی فرشتوں کی تعداد ان گنت ہے' ان کی صحیح تعداد کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے' حضرت رحمت دو عالم ﷺ کے اس فرمان گرامی سے فرشتوں کی کثرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان پر چار انگل کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ کی عبادت میں مصروف نہ ہو' خانہ کعبہ کے عین اوپر آسمان پر ''بیت المعمور'' فرشتوں کا کعبہ ہے' اس ''بیت المعمور'' میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں' اور پھر دوبارہ ان کو اس میں داخلے کا موقع نہیں ملتا' ایک حدیث کے مطابق بارش کے ہر قطرے کے ساتھ ایک فرشتے کا نزول ہوتا ہے' وہ حکم الٰہی سے اسے اس جگہ رکھتا ہے' جہاں کے بارے میں اسے حکم ملتا ہے' ان ارشادات سے اندازہ ہوتا ہے کہ فرشتے بے شمار ہیں۔

قرآن و سنت کی بے شمار آیات میں فرشتوں کا ذکر آیا ہے' مگر ان کی حقیقت سے روشناس نہیں کرایا گیا' ان کی صفات کا اور ان کی ہستی کو تسلیم کرنے کا ذکر ہے' ان پر ایمان لانے کا حکم ہے لیکن یہ بات نہیں بتلائی گئی کہ وہ کیسے ہیں؟ اور کیسے نہیں' بس ان کو ماننے کا حکم ہے' ان کا انکار کرنا کفر ہے' حضرت رحمت دو عالم ﷺ پر اترنے والی وحی میں ان کا ذکر ہے' آپ ﷺ کے ارشادات میں ان کا ذکر ہے' فرشتوں کے انکار کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان اللہ کی وحی اور نبی الرحمت ﷺ کے فرامین کی تکذیب کر رہا ہے' اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور جب تک ایمان باللہ کے ساتھ فرشتوں پر ایمان نہ لائے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔

فرشتے اور قرآن:

قرآن حکیم نے اپنے ماننے والوں کو فرشتوں کے بارے میں مختلف مقامات پر بتایا' ایک مقام پر بتایا گیا کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عبادت و اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

(1)لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (التحریم) وہ کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے' اور انہیں جو حکم ملتا ہے' اسے بجالاتے ہیں۔

دوسرے مقام پر تسبیح وسجود کا یوں ذکر ہے:

وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ (الاعراف) اور وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

ایک جگہ ان کی تسبیح وحمد کا یوں ذکر ہوا:

یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (المومن) سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کررہے ہیں' اور وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

فرشتوں کا اپنا دعویٰ یوں ہوا:

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ (البقرہ)

آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لیے تقدیس تو ہم ہی کررہے ہیں' اس لیے اس بات پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے' کہ انسان تسلیم کرے فرشتے اللہ کی اطاعت وعبادت کے لیے پیدا کیے گئے' انہیں جو حکم دیا جاتا ہے' وہی کرتے ہیں' وہ سرمو حکم ربانی سے سرتابی نہیں کرسکتے' اور نہ ہی اس کے احکامات و پیغامات میں اپنی تشریح شامل کرتے ہیں' اور نہ ہی اپنی مرضی کو دخیل بناتے ہیں۔

فرشتے پہلے' انسان بعد:

قرآن کی روشنی میں یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ انسان کی پیدائش سے قبل فرشتوں کو پیدا کیا گیا' اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کرنا چاہا' تو فرشتوں کو بتایا کہ میں ایسی مخلوق پیدا کرنے لگا ہوں'

(2)اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً' قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ (البقرہ)

میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں' انہوں نے کہا' کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس میں فساد مچائے گا اور خونریزیاں کرے گا؟ معلوم ہوا کہ فرشتوں کو انسان سے پہلے پیدا کیا گیا' جب حضرت آدمؑ پیدا ہو چکے' تو حضرت آدمؑ کو علم اسماء دیا گیا' اور فرشتوں سے امتحان لینے کے لیے ان کے بارے میں ان سے پوچھا' تو فرشتے کچھ نہ بتاسکے' پھر حضرت آدمؑ کو کہا گیا' آپؑ انہیں ان ناموں کی خبر دیں' اس سے ظاہر ہوا کہ انسان کو فرشتوں پر برتری حاصل ہے'

پھر اللہ نے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ اب اسے سجدہ کرو، تمام فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا، مگر فرشتوں کے استاذ ابلیس نے سجدہ کرنے سے صاف انکار کر دیا، یہ سجدہ تعظیمی تھا، تعبدی نہ تھا۔

(3) قرآن حکیم نے بتایا کہ فرشتے کبھی کبھی ظاہری شکل بھی اختیار کرتے ہیں اور انسانی روپ بنا لیتے ہیں، حضرت سیدنا ابراہیمؑ کو جب بیٹے کی بشارت سنانے آئے تو انسانی شکل میں تھے، حضرت ابراہیمؑ کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے، حضرت ابراہیمؑ نے ان کے لیے بچھڑا ذبح کیا، ان کے لیے گوشت بھنا، مگر وہ فرشتے تھے انہوں نے اس کی طرف ہاتھ تک نہ بڑھایا، یہی دو فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے دولت خانہ میں ٹھہرنے کے بعد قوم لوط کو عذاب دینے کے لیے چل دیئے، حضرت ابراہیمؑ نے کہا اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (ھود) ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں جب قوم لوط کے پاس پہنچے تو تب بھی انسانی شکل میں تھے۔

حضرت مریمؑ کے پاس بھی انسانی حلیہ میں آئے۔ ارشاد ہوا۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيّاً (مریم) یہاں فرشتے کو روح کہا گیا، اس حالت میں ہم نے ان کے پاس اپنی روح کو بھیجا۔

حضرت جبریلؑ سفید کپڑوں میں ملبوس حضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، اور آپ ﷺ سے اسلام، ایمان اور احسان کے بارے میں پوچھا، اور کبھی کبھی آپ وحی لے کر بھی اس شکل میں آتے، آپ حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں بھی نمودار ہوتے تھے، ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ فرشتے انسانی شکل میں بھی آتے رہے۔

(4) یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ فرشتوں کی قیام گاہ آسمان پر ہے، اور وہاں سے حکم ربانی کے مطابق زمین پر اترتے ہیں وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ (مریم) (اے محمد ﷺ) ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترتے۔

قُلْ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ) ان سے کہیں کہ جو کوئی جبریل سے دشمنی رکھتا ہے، اسے معلوم ہونا چاہیئے، کہ وہ اللہ ہی کے حکم سے یہ قرآن آپ کے دل پر اتارتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ (الشعراء) یہ جہانوں کے رب کی نازل کردہ کتاب ہے، اسے لے کر امانت دار روح تیرے دل پر اتری ہے، اس مقام پر حضرت جبریل کو روح الامین کہا گیا ہے، جو ان کا مشہور لقب ہے، اور کئی مقامات پر روح کا لفظ

استعمال ہوا ہے۔

(5) فرشتوں کی مختلف ڈیوٹیاں لگائی گئی ہیں (1) وحی لانے والے فرشتے' (2) روح نکالنے والے فرشتے (3) بادلوں کو ہنکانے والے فرشتے (4) ہوا کا انتظام کرنے والے فرشتے (5) کراماً کاتبین' جو ہر انسان کے دائیں اور بائیں کندھے پر مقرر ہیں (6) وہ فرشتے جو دس کی تعداد میں انسان کی حفاظت کے لیے اس کے ساتھ رہتے ہیں (7) حضرت نبی اکرم ﷺ کو روضہ اقدس سے دور رہنے والوں کا سلام پہنچانے والے (8) قبر میں مردوں سے سوال کرنے والے جنہیں منکر؟ جاتا ہے (9) قبر میں عذاب دینے والے وغیرہ وغیرہ۔

ارشاد ربانی ہے ''رُسُلاً اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ وَیَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ'' (فاطر) ایسے پیغام پہنچانے والے جن کے دو دو' تین تین اور چار چار بازو ہیں' وہ اپنی مخلوق کی پیدائش میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے ''وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ'' (الصفت) فرشتے کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے۔

ارشاد ہے۔ قُلۡ یَتَوَفّٰىكُمۡ مَّلَكُ الۡمَوۡتِ الَّذِیۡ وُكِّلَ بِكُمۡ (السجدہ) ان سے کہو' ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں پورا پورا اپنے قبضے میں لے لے گا۔

اور فرشتوں میں سے عرش کے حاملین بھی ہیں۔ ارشاد ہے۔ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَہٗ (المومن) اللہ کے عرش کے حاملین فرشتے اور جو عرش کے گرد وپیش ہے حاضر رہتے ہیں۔

آٹھ فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہوں گے' ارشاد ربانی ہے۔

وَیَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّكَ فَوۡقَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ (الحاقہ) اور آٹھ فرشتے اس روز تیرے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

فرشتے: جو جنت والوں کی طرف استقبال کے لیے آئیں گے۔

وَالۡمَلٰٓئِكَۃُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ (الرعد) ملائکہ ہر طرف سے ان کے استقبال کے لیے داخل ہوں گے' اور انہیں کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو' تم نے جس طرح دنیا میں صبر سے کام لیا۔

فرشتوں میں ایسے بھی ہیں جن کے ذمہ دوزخیوں کو عذاب دینا ہے۔ عَلَیۡهَا مَلٰٓئِكَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (التحریم) اس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے اور فرشتے انسانوں کے

نامہ اعمال مرتب کرنے پر بھی مقرر کیے گئے ہیں۔

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (قٓ) کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے حاضر باش نگران موجود نہ ہوں' ہر انسان پر دو فرشتے مقرر رہوتے ہیں۔

وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحَافِظِیْنَ ○ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ○ (الانفطار) تم پر نگران مقرر ہیں ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

(6) فرشتے قیامت کے دن لوگوں کو حساب کے لیے ہانک کر لے جائیں گے' وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِیْدٌ (قٓ) ہر شخص اس حال میں آئے گا' کہ اس کے ساتھ ایک (فرشتہ) ہانک کرلانے ولا ہوگا' اور ایک (فرشتہ) گواہی دینے والا ہوگا۔

(7) اہل ایمان کو ثابت قدم رکھنے کے لیے حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا' وَاِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الانفال) اور وہ وقت یاد کرو جب آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا' کہ تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔

(8) فرشتے اہل ایمان کے لیے دعاء کرتے ہیں' رحمت دو عالم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ (پ22: ع3) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے (حضرت) نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ (الاحزاب) وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لیے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔

سورۃ مومن میں فرشتوں کی ایک صفت کا ذکر ہے کہ وہ اہل ایمان کے لیے یوں کہتے ہیں۔

وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ قَالُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (المومن) اے ہمارے پروردگار تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے' پس ان لوگوں کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا جنہوں نے توبہ کی اور تیرا راستہ اختیار کیا۔

(9) فرشتے نماز فجر کے وقت مومنوں کے ساتھ گواہ کے طور پر حاضر ہوتے ہیں اِنَّ الْفَجْرَ كَانَ مَشْهُوْدًا (بنی اسرائیل) بے شک فجر حاضر ہونے کا وقت ہے۔

(10) فرشتے موت کے وقت اہل ایمان کو نوید مسرت سناتے ہیں۔ ارشاد ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا

تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ (حٰمٓ سجدہ)

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے' پھر اپنے اس کہے پر ڈٹ گئے' ان پر فرشتے اترتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں خوف نہ کھاؤ اور غم نہ کرو اس جنت کی تمہیں بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(11) گناہ گاروں اور بدکاروں سے فرشتے پوچھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰھُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ (النسآء) جو لوگ اپنی جان پر ظلم کر رہے تھے' جب ان کی روحیں فرشتوں نے قبض کیں' تو ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں مبتلا تھے اور فرشتے کفار سے پوچھتے ہیں۔ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ یَتَوَفَّی الَّذِیۡنَ کَفَرُوا الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡھَھُمۡ وَاَدۡبَارَھُمۡ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ (الانفال) کاش تم اس حالت کو دیکھ سکتے جب کہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں' ان کے منہ پر مارتے ہیں اور ان کے پیچھے مارتے ہیں اور کہتے ہیں جلانے والا عذاب چکھو۔

(12) قرآن کریم نے انسان کو فرشتوں کے بارے میں صحیح موقف اور نظریہ دیا ہے' کہ اس کائنات میں فرشتوں کی حیثیت کیا ہے؟ مشرکین انہیں اللہ کی اولاد ٹھہراتے تھے' اور اللہ کے کاموں کا شریک سمجھتے تھے' انہیں سمجھایا گیا کہ نہیں فرشتے اللہ کے بیٹے نہیں بلکہ اس کے مطیع اور غلام ہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَہٗ بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَھُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ (الانبیآء) کافروں نے کہا کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے' اس کی ذات پاک ہے' وہ (فرشتے) اس کے معزز بندے ہیں' اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کرتے' فرشتے صرف اللہ تعالیٰ کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے' یہ انہیں خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ تو اللہ کے احکام کے اتنے پابند ہیں کہ ایک قدم اپنے مقام سے آگے بڑھ کر کوئی بات کرنے کی جرات نہیں' وہ اس کے حکم کے تابع اور غلام ہیں۔

(13) ارشاد ہے وَلِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّۃٍ وَّالۡمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ یَخَافُوۡنَ رَبَّھُمۡ مِّنۡ فَوۡقِھِمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ (النحل) اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں' جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور فرشتے اور وہ اپنے رب کے سامنے سرکشی نہیں کرتے' اور اس سے ڈرتے ہیں جو ان سے بالاتر ہے' اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

(14) فرشتے اللہ تعالیٰ کا پیغام انبیاء تک بلا کم و کاست پہنچاتے ہیں، حکم الٰہی میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتے، ہر قسم کے خلط ملط سے بچا کر من وعن وہ پیغام پہنچاتے ہیں، کوئی شیطانی قوت ذرا برابر خلل اندازی کی جرات نہیں رکھتی۔

فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَهَّرَۃٍ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ (عبس) وہ ایسے معزز، بلند پایہ اور پاکیزہ صحیفوں میں درج ہے، جو بڑے بڑے معزز اور نیک لکھنے والوں کے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں۔

دوسری جگہ آتا ہے:

اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ (التکویر) بے شک وہ ایک بزرگ فرشتے کا بیان ہے، جو صاحب قوت ہے، صاحب عرش کے ہاں اس کا بڑا مقام ہے، مطاع ہے اور وہاں کا معتبر ہے۔

(15) فرشتے اہل جنت کا استقبال کریں گے۔

وَسِیۡقَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ اِلَی الۡجَنَّۃِ زُمَرًا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡهَا وَ فُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا وَقَالَ لَهُمۡ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ طِبۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡهَا خٰلِدِیۡنَ

(الزمر) اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے تھے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے، اور اس کے دروازے پہلے ہی کھولے جا چکے ہوں گے، تو اس کے منتظمین ان سے کہیں گے کہ سلام ہو تم پر، بہت اچھے رہے، اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

(16) اللہ کے فرشتوں پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، جو فرشتوں کے وجود کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ وَ کُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ (البقرہ) رسول اس بات پر ایمان لایا، جو اس کے رب کی طرف سے اس پر اتاری گئی، اور جو لوگ اس رسول کے ماننے والے ہیں، انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے، یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں۔"

خلاصہ بحث:

ملائکہ پر ایمان دراصل اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تتمہ اور تکملہ ہے، ایمان بالملائکہ کا مطلب

یہ نہیں کہ محض اتنی بات تسلیم کر لی جائے کہ فرشتے صرف مخلوق ہیں' بلکہ فرشتوں پر عقیدہ رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کا صحیح مقام اور حیثیت مانی جائے' جن اقوام و مذاہب نے فرشتوں کو اللہ کے بیٹے کہا یا بیٹیاں کہا' انہوں نے سراسر بہتان تراشی کی' جنہوں نے ان کو خدا کا مشیر یا معاون کہا اور کوئی ان کے جسمانی وجود کا قائل ہوا' یہ سراسر ظلم و ناانصافی کی باتیں ہیں اور قرآن کے مذکورہ ارشادات کے خلاف ہیں۔

(2) فرشتوں پر ایمان لانے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت کا شعور راسخ ہوتا ہے' اسے اللہ کی رحمت کا احساس ہوتا ہے' فرشتوں کو ذمہ داری سونپی گئی کہ انسان کے تمام اقوال و اعمال نوٹ کریں' اس احساس کے پیش نظر انسان گناہوں سے پرہیز کرتا ہے۔

(3) میدان کارزار میں جب مسلمان دشمنان اسلام کے خلاف برسرپیکار ہوتا ہے تو ایمان بالملائکہ ان کی جرات و شجاعت کا باعث بنتا ہے' چونکہ مسلمان کا یہ ذہن ہوتا ہے کہ ملائکہ حکم خداوندی سے اس کی مدد کر رہے ہیں۔

(4) فرشتوں کو ماننے سے مسلمان نیک کام کرتا ہے' برے کاموں سے بچتا ہے' کہ فرشتے اہل جنت کا استقبال کریں گے' اہل دوزخ کو ڈانٹیں گے۔

(5) فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ فرشتے انسان سے افضل ہیں بلکہ انسانوں کی عظمت کا اقرار تو اسی دن سے ہو گیا تھا جب ملائکہ نے حضرت آدم کو سجدہ کیا تھا۔ فرشتوں پر ایمان سے ایمان باللہ مستحکم اور مضبوط ہوگا۔

(6) حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرشتوں سے متعلق جو جو ارشادات فرمائے ہیں' وہ سارے برحق ہیں' ان پر ایمان لانا اور یقین کرنا ایک مسلمان کا فرض ہے ان کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے' اور جب تک انسان ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالملائکہ نہیں لاتا اس وقت تک دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا' انہیں خدا کی بیٹیاں سمجھنا سراسر شرک ہے۔

(7) خدا کے فرشتوں پر ایمان لانا واجب ہے' اس لیے کہ وہ اللہ اور انبیاء کے درمیان قاصد ہیں' مادیت اور روحانیت کے درمیان واسطہ ہیں' اللہ کی مخلوقات کو اس کے حکم کے مطابق چلاتے ہیں' ہمارے افعال و اعمال کو ہر لحظہ نقل کرتے ہیں۔

ایمان بالیوم الآخر

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایمان بالیوم الآخر بھی ہے' حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت رحمت للعالمین ﷺ نے اپنی امت کو جو ہدایات اور تعلیمات دی ہیں ان میں آخرت پر ایمان لانا سرفہرست ہے' بلکہ کئی مقامات پر ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالیوم الآخر ذکر فرما کر اس دن کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا' ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا گیا۔

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اہل تقویٰ کی علامات اور نشانیوں کے بیان میں یوں فرمایا' کہ تقویٰ والے

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔

موت سے مفر نہیں:

کائنات میں ہر چیز کا انکار کیا گیا' رسولوں کو جھٹلایا گیا' کتابوں کا انکار کیا گیا' اور خلاق ارض وسماء کا انکار کیا گیا' مگر ایک چیز ایسی ہے' جس کا انکار آج تک کسی نے نہیں کیا اور وہ ہے موت' انسان پر موت آئے' اور یہ اٹل قانون ہے' موت کا دھیان ہر وقت ہونا چاہیے' حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (   )

ہر جان دار نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اور پھر اس دنیا میں کسی کو بقا اور دوام نہیں ہے' حضرت آدمؑ سے لے کر اس دم تک کتنے انسان آئے اور آخرت کی طرف کوچ کر گئے' ان سب کی زندگیاں اور پھر اموات اس بات کی خبر دے گئیں کہ دنیا میں رہنے کے بعد ایک دن ایسا آئے گا جب انسان موت کے منہ میں چلا جائے گا' کائنات کی ہر چیز فنا ہو جائے گی' آسمان ٹوٹ پھوٹ جائے گا' چاند ستارے بے نور ہو جائیں گے' پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے ہوں گے۔ ارشاد ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (   )

ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

انسان، حیوانات غرضیکہ ایک اللہ کی ذات باقی، باقی ساری کائنات فانی ہے۔ سب پہ موت آئے گی، اور موت کی تیاری کرنی چاہیے، اس لیے کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو موت سے مفر ہے، بڑے بڑے حکماء واطباء جو دوسروں کی جانیں بچانے کے لیے طرح طرح کے علاج معالجے کرتے ہیں، وہ اکثر اسی بیماری میں مبتلا ہو کر دوسرے جہاں پہنچ جاتے ہیں۔

عالم تین ہیں:

یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے، کہ عالم (جہان) تین ہیں۔

1- عالم ارواح:

جہاں انسانوں کی روحوں کو جمع کیا گیا تھا، جہاں لوگوں نے خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا۔

2- عالم دنیا:

جہاں انسانوں کی چہل پہل ہے، فلک بوس عمارات، زرق برق لباس، جہاں انسان کسی دوسرے جہان میں جانے کا ارادہ نہیں رکھتا، جسے انسان بنانے کی کوشش کرتا ہے، صبح وشام کاموں میں مصروف رہتا ہے، بڑی بڑی امیدیں قائم کرتا ہے۔

3- عالم برزخ وآخرت۔

انسان پر جب موت آجاتی ہے، اس کے بعد اسے قبر میں رکھا جاتا ہے، اسے عالم برزخ کہا جاتا ہے، ازروئے حدیث نبویؐ اَلْقَبْرُ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ (معارف الحدیث) قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد، جسم سے روح نکل جانے کے بعد انسان عالم برزخ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔

انسان پہلے عالم ارواح میں، پھر عالم دنیا میں پہنچتا ہے، اس کے بعد دوسرے جہان کی طرف منتقل ہو جائے گا، ان کی مثال ایک چلتے پھرتے انسان کی ہے کہ اسے علم ہی نہیں کہ وہ ایک نامعلوم وقت میں عالم ارواح میں تھا، وہاں اس نے اللہ کی وحدانیت وربوبیت کا اقرار کیا، انسان اپنے باپ کی رگوں میں خون کی شکل میں گردش کر رہا تھا، پھر ماں کے رحم میں نطفے کی شکل میں قرار پکڑا، دس ماہ ماں کے شکم میں رہا، غذا کھاتا رہا، پھر دنیا میں آگیا، ان نامعلوم مقامات پر انسان رہا، پھر ایک مقام پر اسے آکر معلوم ہوا کہ وہ ایک سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہے۔

اسی طرح اس عالم میں انسان کو خبر نہیں کہ ابھی اک جہاں اور بھی ہے' اس کے لیے تیاری کی جائے۔ جس طرح انسان کو ماں کے پیٹ میں یہ کہا جاتا ہے کہ تو دنیا میں جائے گا' طرح طرح کی چیزیں دیکھے گا۔ مگر وہ یقین نہ کرتا' مگر واقعتہً وہ اس ناقابل یقین دنیا میں آ کر رہا' اسی طرح آخرت بھی آئے گی۔

انسان اور موت:

موت آئے گی یہ فیصلہ قطعی ہے' مگر اسے محسوس کرنے کے لیے انسانوں کے اذہان مختلف ہیں۔

1- ایک وہ لوگ ہیں جن کا خیال یہ ہے' کہ ماضی رائیگاں چلا گیا' مستقبل پردہ خفاء میں ہے اور ہمارے ہاتھ میں صرف اور صرف وہ پل اور وہ وقت ہے جس میں زندگی کا سانس لے رہے ہیں' یہ خیال شاعرانہ تخیل کے سوا کچھ نہیں' ان کے ہاں ماضی ایک خواب تھا' اور مستقبل ایک سراب ہے' ماضی گزر گیا' مستقبل آئے گا ہی نہیں یہ خیال سراسر غلط ہے' جسے وہ ماضی کہہ کر ضائع سمجھتے ہیں' وہ ضائع نہیں ہوا' وہ ایک کتاب کی شکل میں محفوظ ہو گیا' اور جسے مستقبل سمجھ کر اس سے بے اعتنائی برتی جا رہی ہے' اگرچہ وہ ہمارے احساس سے غائب ہے مگر وہ ایک قادر اور مختار کل ہستی کے پاس موجود ہے' وہ آئے گا اور یقیناً آئے گا' اس میں شک نہیں کیا جا سکتا۔

2- ایک وہ لوگ ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ موت یقیناً آئے گی' اور زندگی کے ایام بہت قلیل رہ گئے ہیں' زندگی کا خمیر مصائب و آلام سے اٹھایا گیا ہے اس لیے زندگی کے باقی ماندہ ایام عیش وطرب میں گزار لیے جائیں' رنج والم سے بھاگ کر مے کا جام نوش جان کر لینا چاہیے' اس طرح زندگی کے جو دن رہ گئے ہیں' ان کو موسیقی' شاعری' سرمستی اور شہوت پرستی کے مہیب اندھیروں میں پڑ کر گزار لیا جائے۔

3- ان تخیلات اور تصورات کے علی الرغم ایک نظریہ اہل ایمان کا ہے' جن کا ایمان ہے کہ موت انسان کی زندگی کا خاتمہ نہیں ہے' بلکہ موت سے انسان کی نئی زندگی کا آغاز ہے' حضرت رحمت دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''لوگ سو رہے ہیں' موت آئے گی پھر بیدار ہوں گے'' یہ موقف درست ہے' اس لیے کہ یہ زندگی فانی ہے' اسے بقاء اور دوام نہیں' بلکہ زندگی تو مابعد الموت ہے' زندگی تو آخرت کی ہے۔

آخرت کے بارے میں عقیدہ:

قرآن حکیم نے انسان کو غفلت اور مدہوشی سے خبردار کرنے کے لیے بار بار بتایا کہ اصل زندگی آخرت کی ہے، جہاں اچھائی اور برائی کا حساب ہوگا' دنیا کے اعمال صالحہ ہوں یا گناہوں کو لکھنے والے لکھ رہے ہیں' انسان کی سری اور پوشیدہ' ظاہر اور بین تمام باتوں کو ریکارڈ کیا جا رہا ہے۔ انسانی اعمال ایک کیسٹ کی طرح محفوظ کیے جا رہے ہیں' جس طرح ایک کیسٹ میں جو کچھ بھرا جاتا ہے' اسی طرح دوبارہ ہو بہو اسے سنا جاتا ہے تو ساری باتیں اسی طرح سنائی دیتی ہیں' اسی طرح سی ویڈیو کیسٹ کے ذریعے ریکارڈ کیا جائے تو دوبارہ چلانے پر وہ سب کچھ اسی طرح بتاتی جاتی ہے' جو اس میں کیمرہ کے ذریعہ بھرا گیا تھا' انسانی اعمال کے ویڈیو اور آڈیو کیسٹ کی ریلیں اسی طرح چلیں گی' اور انسان کی ساری زندگی کے اعمال ظاہر ہو جائیں گے' اور جب اس کے کرتوت واضح ہوں گے تو پھر اس کی چیخ و پکار عجیب ہوگی۔

1- وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (الکہف:6)

جب نامہ اعمال پیش ہوگا' آپ دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوگا مجرم اس سے ڈریں گے' اور کہیں گے ہائے افسوس یہ کیسی کتاب ہے' کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہوگئی ہو' جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے۔

2- نامہ اعمال جب پیش ہوگا تو ہر شخص اپنا کیا ہوا دیکھ لے گا۔

ارشاد ہوگا

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (بنی اسرائیل:14)

اپنا اعمال نامہ پڑھ لے گا' آج اپنا حساب لگانے کے لیے تو خود ہی کافی ہے'

3- نیکوکار کو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا' وہ خوشی سے جھوم اٹھے گا' اور اسے دکھاتا پھرے گا' اور اپنی کامیابی کی خبر دے گا اور کہے گا۔

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ (الحاقہ)

لو دیکھو: پڑھو میرا نامہ اعمال' میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔

4- بدکاروں کو بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال تھما دیا جائے گا' اور وہ ندامت اور شرمندگی کے

مارے کف افسوس ملتے ہوں گے جو اس وقت بے سود اور بے فائدہ ہوگا' اور یوں دہائی دینے والا واویلا کرے گا۔

يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۞ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۞ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۞ مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۞ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ۞

اے کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا' اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے کاش وہی دنیا والی موت (میرے لیے) فیصلہ کن ہوتی' آج میرا مال مجھے کچھ کام نہیں آیا' میرا سارا اقتدار ختم ہوگیا۔

5- اور وہ مجرم اور بدکار لوگ بھی ہوں گے' جنہیں نامہ اعمال پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۞ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۞ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۞ (الانشقاق:12)

بہر حال وہ شخص جسے نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا' وہ موت کو پکارے گا' اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے۔

اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ

جو آدمی اس دنیا میں جیسی بجائی کرے گا' ویسی ہی آخرت میں کٹائی کرے گا' نیک اعمال کرے گا تو آخرت میں بہتر پھل ملے گا' جزائے خیر ملے گی' ثواب کا مستحق بنے گا' اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ دائیں ہاتھ میں پروانہ جنت دے گا' جس سے انسان خوش ہو جائے گا' اور سب کو دکھاتا پھرے گا' پھر اسے جنت میں داخل کیا جائے گا' اور وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا' اگر انسان دنیا میں بدکاریاں اور سیاہ کاریاں کرے گا' تو آخرت میں اس کا بھیانک انجام ہوگا اسے سزا ملے گی' اسے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا' وہ اسے دیکھ کر نادم اور شرمسار ہوگا' کہ میرا سارا نامہ سیاہ اور تاریک ہے' وہ اسے چھپاتا پھرے گا' پھر جہنم میں پھینک دیا جائے گا' جہاں وہ آگ میں جلتا رہے گا۔

خلاصہ:

1- قیامت کا دن ضرور آئے گا۔ جس میں ساری کائنات فنا ہو جائے گی' حضرت اسرافیل

کے صور سے ساری دنیا موت کے منہ میں چلی جائے گی۔

2- میدان محشر قائم ہوگا' جہاں نیکی بدی کا حساب ہوگا۔

3- ایمان والے جنت اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے' فرشتے ان کا استقبال کریں گے' اور کافر مشرک ہمیشہ جہنم میں جلیں گے' فرشتے ان پر لعن طعن کریں گے۔

4- دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں کیا ہوا جرم ظاہر ہو جائے گا۔

5- انسان کے اعضاء انسان کی گواہی دیں گے' ہاتھ' پاؤں' زبان بولے گی۔

6- ہر کسی کے ساتھ انصاف کیا جائے گا بے انصافی نہیں ہوگی' اس کا اعتراف کافر بھی کریں گے کہ ہم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

7- کافروں کی شفاعت نہیں ہوگی' مال و اولاد' کوٹھی اور جائیداد کام نہیں آئے گی۔

8- مجرموں کو رشوت اور فدیہ لے کر چھوڑا نہیں جائے گا (انشاء اللہ تفصیل مستقل عنوان سے آرہی ہے)

یہ پانچ بنیادی اور اساسی عقائد تھے' جن کا قرآن حکیم میں کئی مقامات پر ذکر کیا گیا ہے' اور ان پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔

توحید

توحید اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے' عالم ارواح میں جب سارے انسانوں کی روحوں سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کروایا جارہا تھا' تو بے ساختہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار واعلان کیا گیا' حضرت آدمؑ نے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا درس دیا' حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک توحید کا پرچار کرتے رہے' حضرت ابراہیمؑ نے اپنے وقت کے مشرکین سے ٹکر لی' اللہ کی توحید کا اعلان کیا' اسی جرم کی پاداش میں آپ کو نمرودی فوجوں نے آگ کے الاؤ میں جھونک دیا تھا' حضرت موسیٰؑ نے بھی اسی توحید کا تکرار کیا' فرعونی لاؤ لشکر سے نبرد آزما ہوئے' اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا کہتے رہے حضرت رحمت دو عالم ﷺ بھی اسی توحید کا اعلان کرتے رہے' اسی جرم حق گوئی و اعلان توحید کی خاطر آپ ﷺ کو فاران کی چوٹیوں پر صفا کی بلندیوں پر دشنام دیا گیا' آپ کو پریشان کیا گیا' توحید کی دعوت دینے کے جرم میں طائف کے بازاروں میں آپ کو لہولہان کیا گیا' اسی خاطر آپ ﷺ کی گردن پر بحالت سجدہ اونٹ کی گندی اوجڑی ڈالی گئی' آپ ﷺ کے گلوئے مبارک میں کپڑا ڈال کر کھینچا گیا' آپ ﷺ پر آوازے کسے گئے' آپ کو گالیاں دی گئیں' آپ کو شاعر کہا گیا' آپ کو پاگل کہا گیا' آپ کو مجنون اور جادوگر تک کہا گیا' دور دراز سے سفر کر کے آنے والوں کو آپ ﷺ تک پہنچنے نہیں دیا جاتا تھا' آپ ﷺ کو سرزمین عرب پر بدنام کرنے کی ناتمام کوششیں کی گئیں آپ ﷺ کے ساتھیوں کو پیٹا گیا' رسیوں سے باندھ کر گھسیٹا گیا' ان کی چمڑیاں ادھیڑ دی گئیں' ان کو آنکھوں سے محروم کر دیا گیا' آپ ﷺ کو دعوت توحید اور رد شرک کی خاطر اپنا پیارا شہر مکہ چھوڑنا پڑا' اسی خاطر آپ ﷺ کے ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی' آپ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔

شرار بولہبی اور چراغ مصطفوی کے آغاز ہی سے اسی عنوان پر کشمکش چل رہی ہے' جہالت کی ماری ہوئی انسانیت شیطان کی پڑھائی ہوئی پٹیوں پر عمل پیرا ہو کر اپنے آقا اور مالک کو فراموش کرتی گئی' نت نئے دیوتا اور اصنام کو پوجنا شروع کیا' دوسری جانب حق وصداقت کی خوش کن آوازیں دعوت توحید سے ایمان کو روشن کرتی رہیں' ایک طرف جہالت و شرک کے اندھیارے تھے' دوسری جانب توحید کی شمع فروزاں رہی' ہر دور میں شرک و بت پرستی کے اندھیرے چھائے اور چھٹ گئے مگر

توحید کا چراغ آغاز سے تاہنوز اسی چمک، دمک اور آب و تاب سے ضوفگن ہے۔

توحید کا معنی:

توحید کا لفظ وحدت سے ہے، اس کا مادہ وحد ہے، لغوی معنی ہے ایک ماننا، ایک ٹھہرانا

2- واحد وحدت کے معنی انفراد یا اکیلا ہونا اور واحد درحقیقت وہ ہے جس کا کوئی جزء نہ ہو مگر اس کا استعمال بہت وسیع ہے، جس کی کوئی نظر نہ ہو، اور جب "واحد" اللہ کی صفت ہو تو اس کا معنی ہوگا، وہ جس کا نہ کوئی جزو بن سکتا ہو، اور نہ ہی جس میں کثرت ہو سکتی ہے۔

3- احدٌ" کا استعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے نہیں ہو سکتا، یہ صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔

اصطلاح میں توحید کی تعریف یہ ہے۔ 1- اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات و صفات میں اور اس کے افعال میں اکیلا، یگانہ اور یکتا سمجھنا، اور ماننا، صرف ایک اللہ ہی کو عبادت کے لائق سمجھنا، صرف اللہ کو معبود سمجھنا، صرف اسی کو رزاق سمجھنا، 2- توحید کی تعریف۔ دل سے اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا۔

توحید کی اقسام:

توحید کی چار قسمیں ہیں:

1- توحید فی الذات

2- توحید فی الصفات

3- توحید العبادت

4- توحید فی الافعال

توحید فی الذات:

توحید فی الذات کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں اکیلا اور یگانہ سمجھنا، اس کی ذات میں کسی غیر کو شریک و سہیم نہ سمجھنا جس طرح لفظ اللہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے، یہ نام کسی اور ہستی کا نہیں ہو سکتا، یہ صرف اسی ہستی کا نام ہے، جو ان دیکھی ہستی ہے، اور سب کچھ اپنی مرضی سے کر رہی ہے، صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت ﷺ سے اپنی ذات کی یکتائی کا یوں اعلان کروایا کہ آپ اعلان کر دیں۔

اللہ احدٌ

اللہ ایک ہے

دوسری جگہ اللہ کی وحدانیت یوں بیان کی گئی "لا شریک لہ" اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

ایک مقام پر اس میں شریک ٹھہرانے کی یوں وعید آئی ہے۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْماً عَظِيْماً (النساء)

جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے سخت جھوٹ گھڑا اور سخت گناہ کی بات کی۔

ایک مقام پر مشرک کو گمراہ قرار دیا۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِيْداً

توحید فی الصفات:

توحید فی الصفات کا مطلب یہ ہے، کہ جس طرح اللہ اپنی ذات میں یکتا ہے اسی طرح اپنی صفات میں بھی یکتا ہے، جس طرح اس کی ذات میں کسی غیر کی شرکت محال ہے، اسی طرح اس کی صفات میں بھی کسی کی شرکت نہیں ہو سکتی، اس کی صفات اس کا خاصہ ہیں وہ کسی اور میں نہیں پائی جاتیں، سمع قدرت، حیات، اور دیگر بے شمار صفات کا مالک اکیلا اللہ ہی ہے خالق کی صفت ہے کسی اور کی نہیں ہو سکتی، مالک اسی کی صفت ہے، رازق اسی کی صفت ہے، مُحیی اسی کی صفت ہے، مُمیت اسی کی صفت ہے، حَی اسی کی صفت ہے قیوم اسی کی صفت ہے، ان میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا، وہ وحدہ لا شریک ہے۔

توحید فی العبادت:

توحید فی العبادت کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا، اس کی پرورش کی، اسے جوان کیا، اسے صحت و تندرستی عطا کی، اسے دو آنکھیں اور دو کان عطاء کیے، عقل و شعور بخشا، ہاتھ پاؤں دیئے، غرضیکہ انسان کی کوئی چیز اپنی ذاتی نہیں بلکہ سب منجانب اللہ اسے عطاء کی گئی ہیں، جب ایک طرف یہ بخشائش اور عنایات ہیں، تو دوسری طرف جبین نیاز کو رکوع یا سجود، قعود، تسبیح و تہلیل، ذکر و اذکار، حمد و ثنا، یہ کسی غیر کے لیے نہیں ہو سکتی، ان سب کی مستحق اور لائق صرف اور صرف ایک ہی ہستی ہے، جسے اللہ کہتے ہیں، جس طرح ذات و صفات میں وہ لاشریک ہے، اسی طرح عبادت کے لائق بھی صرف وہی ہے، کوئی اور نہیں، اسی لیے جو دعاء سکھائی گئی، جو مسلمان پنجگانہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں اس میں یہ الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ عبادت بھی صرف اللہ ہی کی ہے، ہر مسلمان کہتا ہے۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ (فاتحہ)

ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں

پھر ارشاد ربانی ہے

اُعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ (البقرہ)

اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا

دوسرا مقام پر یوں آتا ہے

فاعۡبُدُوۡنِیۡ   میری عبادت کرو

ایک مقام پر آیا

لاَ تَعۡبُدِ الشَّیۡطَان ، شیطان کی عبادت نہ کرو،

سورج چاند کی پوجا نہ کرو، ستاروں اور سیاروں کی پوجا نہ کرو، صرف اللہ ہی کی پرستش اور عبادت کرو۔

توحید فی الافعال:

توحید فی الافعال کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں اسے ایک اور یگانہ سمجھا جائے، اس کے افعال وتصرفات میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے، آسمان اللہ نے اکیلے بنایا، زمین اسی نے بنائی، فرشتے، انسان اور جنات اللہ ہی نے پیدا کیے، یہ اسی کا کام ہے، کوئی اس کا شریک ومعین نہ تھا، کائنات میں ازل سے تا امروز جو کام ہو رہے ہیں وہ اللہ ہی کرتا ہے اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا، اس کی مرضی کے بغیر انسان کوئی حرکت نہیں کرسکتا، اس کی مرضی کے بغیر کسی درخت کا پتہ بھی حرکت نہیں کرسکتا، اور نہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی پتہ گر کر زمین پر آسکتا ہے، نہ اس کی مرضی کے بغیر بارش ہوتی ہے اور نہ بادل بنتے ہیں، نہ سمندر چلتے ہیں اور نہ دریا بھرتے ہیں، یہ سارے کام اور تصرفات اسی ایک اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں، جو ارادہ کرتا ہے اس کے لیے پروگرام نہیں بناتا بلکہ اشارہ کرتا ہے۔

کُنۡ فَیَکُوۡنُ

ہوجا، تو کام ہوجاتا ہے

ارشاد ہے، فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ

جو وہ چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

توحید خالص:

توحید خالص تو یہ ہے، کہ انسان اللہ ہی کو سب کچھ سمجھے، نفع دینے والا اللہ ہے، نقصان دینے والا بھی اللہ ہے، عقل دینے والا اللہ ہے، شعور بخشنے والا بھی اللہ ہے، کائنات ہستی کا خالق اور مالک بھی اللہ ہے غرضیکہ ہر چیز کا خالق، مالک اور رازق، نافع اور ضار صرف اللہ ہی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ اس انسان کو متوجہ کررہے ہیں، تاکہ یہ کہیں دانستہ ونادانستہ طور پر توحید کی ڈگر سے ہٹ کر شرک کی کھائیوں میں نہ گر جائے۔

اُنْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یونس)

ذرا غور سے دیکھو: زمین وآسمان میں کیا کچھ پیدا کیا گیا ہے۔

(1) اس فرمان کے مطابق انسان نے غور کرنا شروع کیا، انسان سوچنے لگا، بالآخر انسان اس نتیجے پر پہنچا، کہ ہاں اس کائنات ارضی وسماوی کو وجود دینے والا، اسے پیدا کرنے والا، اور اس پر حکمرانی کرنے والا کوئی ہے، جس نے ہر چیز کو دوسری چیز پر غلبہ دے رکھا ہے، تاکہ نظام کائنات صحیح طریقے سے چلتا رہے، اس نے ایسا نظام بنایا کہ آگ کسی لکڑی کو چھو جائے تو اسے جلا دیتی ہے، مگر اس کے اثر کو ختم کرنے کے لئے، پانی کو پیدا کیا، پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، ایک خاص قسم کے مچھر کے کاٹنے سے انسان کو "ملیریا" ہو جاتا ہے، مگر ایک خاص قسم کی بوٹی "سنکونا" میں ایک ایسا مادہ رکھ دیا، جس سے ملیریا ختم ہو جاتا ہے۔

(2) مگر وہ ذات ان چیزوں کی محتاج نہیں ہے، وہ آگ بجھانے کے لیے پانی کی محتاج نہیں ہے، حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے آگ میں ڈلوایا، آگ کا کام جلانا ہے، مگر اسے اللہ کا امر نہیں تھا، وہ حضرت ابراہیمؑ کے لیے سلامتی والی بن گئی، چھری کا کام ہے کاٹنا، مگر امر الٰہی نہ ہو تو چھری کی کیا مجال ہے کہ وہ کاٹے؟ حضرت ابراہیمؑ کو حکم ملا کہ اپنے لخت جگر حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرو، آپ چھری چلا رہے ہیں، چھری چل رہی ہے، مگر کاٹتی نہیں ہے، اس لیے کہ چھری کی طاقت اور دھار تب اپنا اثر دکھاتی جب اسے اللہ کا حکم ہوتا۔

(3) انسان کارخانہ قدرت کی نیرنگیوں پر توجہ اور نظر کرتا چلا جائے، اس نیلگوں آسمان کو دیکھ لے، جو صرف فضا، ہوا یا کوئی فرضی خط نہیں ہے، بلکہ یہ حقیقی اور ٹھوس جسم رکھتا ہے، یہ ایک کرہ ہے، جس نے ہماری فضاء اور اس کی کل کائنات کو اپنے حصار میں لیا ہوا ہے، اور اس دنیا کو ہر طرف سے

گھیرے میں لیا ہوا ہے' یہ محض چھت سی جو نظر آ رہی ہے' اس میں کھلنے اور بند ہونے کے دروازے ہیں' اللہ نے ہماری زمین کی فضاء کے لیے اسے حفاظتی چھت بنایا ہے' اس کے بعد پھر ایک اور فضاء' جس کی کشادگی کا اندازہ صرف اللہ ہی کو ہے' اسے ایک اور کرہ گھیرے ہوئے ہے جو اس سے بھی زیادہ بڑا ہے' پھر اس کے بعد تیسری فضاء ہے' پھر تیسرا کرہ' اس کے بعد چوتھی فضاء' چوتھا کرہ' پھر پانچویں فضاء' پانچواں کرہ' پھر چھٹی فضا' چھٹا کرہ' پھر ساتویں فضا' اور ساتواں کرہ ہے' پھر ان کے بعد عرش' کرسی' اور لوح و قلم کا عالم شروع ہو جاتا ہے۔

(4) سورج ہمارے سروں پہ چمک رہا ہے' پوری دنیا تک اس کی حرارت' حدت اور گرمی پہنچ رہی ہے' اس کی شعاعیں پوری دنیا میں پھیلتی ہیں' یہ سورج زمین سے لاکھوں گنا بڑا ہے' آسمان کی وسعتوں میں موجود سیاروں کی موجودگی میں اس کی حیثیت اتنی بھی نہیں جتنا کسی صحراءِ اعظم میں ایک ریت کے ذرہ کی ہوتی ہے' یہ سورج ہم سے سو ملین کلومیٹر دور ہے' اگر اس کی روشنی کی رفتار سے اس کی مسافت کا حساب لگایا جائے تو تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ بنتی ہے' جو فاصلہ آٹھ منٹ کا بنتا ہے' ہم اس انداز میں حساب لگاتے ہیں کہ دماغ چکرانے لگتا ہے مگر اس ذات لاشریک کی بوقلمونی پہ حیرت ہوتی ہے۔

(5) انسان آسمان کی وسعت اور بلندی پہ نظر کرے' کہ حق تعالیٰ نے اسے کیسے بلند کر دیا؟ بغیر سہارے اور ستون کے اتنا عالی شان آسمان کھڑا کر دینا یہ اس کی قدرت کی دلیل ہے' زمین پر نظر کرے' مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک' جہاں جہاں نظر پڑتی ہے' زمین ہی زمین نظر آتی ہے' کہیں ہریالی ہے' کہیں سبزہ ہے' اور کہیں کھیتیاں لہلہاتی ہیں' پھر زمین پانی کی سطح پر بنانا یہ بھی بہت بڑا کمال ہے' پھر زمین کو جنبش و حرکت سے بچانے کے لیے پہاڑ نصب کر دیئے' پھر اسے خوبصورت بنانے کے لیے درخت اگا دیئے۔

(6) انسان اللہ کی مخلوقات پہ نظر کرے' جنگلوں کے درندے اور پرندے عجیب عجیب شکلوں میں موجود ہیں' بڑے بڑے جسموں والے اور چھوٹے سے چھوٹے وجود والے' کئی انتہائی خوبصورت ہیں' ایک مور پہ ہی نظر جما کر دیکھا جائے' جب وہ اپنے پروں کو پھیلاتا ہے' اس وقت نرالا ہی انداز ہوتا ہے' دیگر جانوروں کو دیکھا جائے' ہاتھی کے جسم کو دیکھے' اونٹ کی تخلیق کو دیکھے' غرضیکہ اس زمین پر موجود کسی چیز کو دیکھ لے' تو بے ساختہ اس کی الوہیت' ربوبیت اور وحدانیت کے لیے لفظ

سبحان اللہ صادر ہوتا ہے۔

(7) پانی کے اوپر ویسے کوئی چیز رکھی جائے' تو ڈوب جاتی ہے' انسان یونہی پانی میں گزرے تو غرق ہو جائے' مگر لکڑیوں کی بنی ہوئی کشتی' کئی کئی درجن آدمیوں کو بٹھا کر دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچا دیتی ہے کشتیاں پانی کا سینہ چاک کرتی چلی جاتی ہیں' مگر اللہ تعالیٰ انہیں بحفاظت منزل تک پہنچاتا ہے' یہ بھی اس کی عظیم قدرت ہے۔

(8) انسانوں کی خوراک اور غذا بھی عجیب بنائی' ایک سیاہ رنگ کی بھینس' جو مختلف الالوان چارے کھاتی ہے' جن کی نہ رنگت نہ خوشبو' مگر گوبر اور خون کے درمیان سے صاف' شفاف اور لذت دار دودھ نکال کر لایا جاتا ہے' جس سے انسان کو قوت بھی ملتی ہے' اور خوراک بھی ملتی ہے' پھر انسان کی بیماریوں کے لیے شفاء کا انتظام کیا' ایک عجیب الخلقت مکھی' جس کا نہ حسن ہے' نہ جمال ہے' نہ جسامت ہے اور نہ بناوٹ' مگر اس کی ڈیوٹی ہے' کہ مختلف پھلوں کو چوس چوس کر انسان کے لیے شہد تیار کرے گی' جو ملاوٹ سے پاک اور ذائقہ دار ہوتا ہے۔

(9) نظام کائنات کی رنگارنگی' سورج کا اپنے وقت پہ مشرق سے طلوع ہونا' اور اپنے وقت پہ مغرب میں غروب ہونا' اور لاکھوں کے حساب سے مرنا' پھر شاہراؤں اور سڑکوں پہ انسانوں کی چہل پہل یہ بھی اس کی قدرت کا شاہکار عظیم ہے۔

(10) انسان اپنے سارے ماحول پہ نظر دوڑانے کے بعد ذرا اپنے آپ کو دیکھے کس ڈھنگ اور ڈھب سے اس کے ہاتھ بنائے گئے' اس کا منہ' کان' ناک' آنکھیں' زبان' دانت' دماغ' عقل' کھوپڑی' سر' جسم' جسم کے اجزاء اور جوڑ' کیسے عجیب انداز سے بنائے گئے' اور انسانوں میں کئی پیدائشی نابینا ہوتے ہیں' کئی شنوائی سے محروم' کئی بینائی سے اور کئی گویائی سے محروم' کئی سالم الجسم' اور کئی ناقص الجسم پیدا ہوتے ہیں' یہ سب اسی کی قدرت ہے۔

یقیناً جب ہم عقلی و نقلی دلائل کی موجودگی یا عدم موجودگی میں سوچیں گے' تو ایسی بے شمار باتیں کھل کھل کر ہمیں جھنجھوڑیں گی' ہمارے دل و دماغ پر دستک دیں گی' کہ بتاؤ ان کو کس نے بنایا؟ وہ کون ہے جس نے ان چیزوں کو وجود بخشا؟ جب لکھنے کے لیے قلم رواں ہوتا ہے' تو ہاتھوں کے پورے ہی ایک منٹ کے لیے سوالیہ نشان بن جاتے ہیں' کہ جن پر آپ دباؤ ڈال کر لکھ رہے ہیں' انہیں کس نے بنایا' اور حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کسی انسان کے پورے ایک جیسے نہیں

بنائے گئے؟ آخر یہ کاریگری کس کی ہے؟ جب انسان محو تکلم ہوتا ہے' فرفر بول رہا ہوتا ہے' گفتگو کر رہا ہوتا ہے' انسان کی زبان ہی پوچھ سکتی ہے کہ مجھے کس نے بنایا؟ یہ سارے سوالات اپنی جگہ درست ہیں' پھر ماننا پڑتا ہے کہ

لَا اِلٰہَ اِلاّ ھُو

اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں'

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں'

اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں'

اللہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں'

اللہ کے علاوہ کوئی رازق نہیں'

اللہ کے علاوہ کوئی بھی اس کائنات کو وجود بخشنے والا نہیں' اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جس نے ان چیزوں کو بنایا ہو۔

بے شمار باتیں انسان کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اس ایک ہستی کی وحدانیت' ربوبیت اور الوہیت کا اقرار کرے' جس کی مرضی کے بغیر نہ انسان دنیا میں آیا اور نہ اس کی مرضی کے بغیر دنیا سے جا سکتا ہے' انسان کو جو کچھ ملا یہ اس کی رحمت ہے' ورنہ انسان نے اسے کسی قسم کی درخواست نہیں دی تھی کہ وہ اسے انسان ہی پیدا کرے۔

جب مسلمان لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا یہ جو اسلام اور ایمان کی کنجی اور کلید ہے' تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا معبود صرف اور صرف ایک اللہ ہے' اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نبی ہو یا ولی' اس کا معبود نہیں ہو سکتا' اور دیگر مذاہب سرے سے یا تو اللہ کو مانتے ہی نہیں' اگر مانتے ہیں تو اسے وحدہ لاشریک تسلیم نہیں کرتے بلکہ کبھی اسے تین میں سے ایک مانتے ہیں اور کبھی تین میں تیسرا خدا مانتے ہیں' یہ تصور خلاف اسلام ہے' اور خلاف فطرت ہے' حق تعالیٰ نے دو اِلٰہ ہونے کی نفی کی' اور دو الٰہوں کے تصور کو کائنات میں فساد قرار دیا' "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا" اگر کائنات ارض و سماوی میں دو خداؤں کا وجود ہوتا' تو ساری کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا' دو الٰہوں کی باہمی کشمکش اور لڑائی سے سارا سسٹم ہی خراب ہو جاتا۔

حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنی پرستش اور وحدانیت پر زور دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (سورۃ محمد:9) آپ جان لیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ حضرات انبیاءؑ شبانہ روز اسی ایک کی دعوت دیتے رہے اللہ کی وحدانیت اورربوبیت کا ڈنکا بجاتے رہے اس پر مصائب وتکالیف بھی آتی تھیں جنہیں وہ خندہ پیشانی سے برداشت کرلیتے تھے حق تعالیٰ کی توحید کی خاطر بڑے بڑے مصائب سے بے پرواہ ہو کر علی الاعلان اس کا پرچار کرتے تھے اور ہر نبی ورسول اپنی قوم کو شفیقانہ انداز میں یوں کہتا تھا

یَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (ھود:50)

اے میری قوم اللہ کی پرستش کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ انبیاءؑ ورسل کی سچی تعلیمات اور حق تعالیٰ کی ربوبیت ووحدانیت کے اعلان وپرچار کے بعد عقل ودانش سے محروم لوگوں نے غیر اللہ کو اللہ کے ساتھ شریک سمجھنا شروع کردیا اور اپنے زعم میں وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم اللہ کو ہی معبود مانتے ہیں جس طرح مشرکین عرب کو توحید کی عوت دی گئی بتوں کی پرستش سے روکا گیا تو وہ کہنے لگے مَانَعْبُدُ ھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ہم ان کی پرستش اس لیے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے قریب کردیتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے مسلسل ساڑھے نو سو سال توحید کی دعوت دی صبح دعوت دی شام دعوت دی اٹھتے بیٹھتے وہ اپنی قوم کو سمجھاتے رہے ''اِنِیّ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَنَھَاراً'' میں نے صبح وشام اپنی قوم کو دعوت دی مگر ضد بغض وعداوت اور سرکشی وتمردہی بڑھتا رہا انہوں نے حق تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کیا انہوں نے پانچ معبود بنا رکھے تھے جن کی پرستش کرتے تھے۔ حدیث پاک میں ود سواع یغوث یعوق اور نسر کے بارے میں یوں آتا ہے۔

(اَسْمَآءَ رِجَال صالِحِیْنَ مِن قَوْمِ نُوحٍ (بخاری ج2: ص732)

یہ قوم نوح کے نیک لوگ تھے ان کی وفات کے بعد شیطان نے قوم کو پٹی پڑھائی کہ وہ ان کی یاد میں مجالس قائم کریں اور انہیں معبود والٰہ بنالیں یہ قوم نوح کی اعلانیہ بغاوت تھی جو دعوت پیغمبر کے خلاف اٹھی پھر انجام کیا ہوا؟ تمام ان لوگوں کو جو غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے جو اللہ کی توحید کو چھوڑ کر ان پانچ کی پوجا کرتے تھے غرق ہوگئے پانی کی شکل میں اللہ کا عذاب آیا اور ان تمام سرکشوں کو بہا کرلے گیا ان سرکشوں میں حضرت نوح کا بیٹا کنعان بھی تھا اور آپؑ کی بیوی بھی تھی اور دوسرے سرکش اور متمردین بھی تھے۔

2- قوم سمرین نے اللہ کی توحید کو چھوڑ کر "ان لیل ان کی ماں' اتو اور ماما' پانچ بتوں کو پوجا۔

3- اکادی قوم نے اللہ کو چھوڑ کر ننگے' مونکے' ہیا' اروکو اور ادو پانچ بتوں کو اِلٰہ بنایا۔

4- بابل والوں نے شرک کی حدود میں داخل ہو کر سورج' سِن' نیبو' امرتوک اور انی پانچ کی پرستش کی۔

5- اشوریوں نے حقیقی خدا کو چھوڑ کر اشور' انو' بعل' ہیا اور رودل کو اپنا معبود بنایا۔

6- پرانے مصریوں نے ایسرس' ہورس' اسلیس' را اور راتیم کو قابل پرستش سمجھا۔

7- چینیوں نے توحید کو چھوڑ کر یانگ' آسمان' سورج' چاند اور ہوا کی پوجا کی۔

8- ہندوؤں نے پاربتی' ہری ہرا' برہما' وشنو اور مہیش ریشو کو قابل عبادت سمجھا۔

9- رام بھگتیوں نے توحید کی بجائے اس طرح شرک کو کار ثواب سمجھا' کہ رام' لچھمن' لو' کیشو اور سیتا کو سب کچھ سمجھ لیا۔

10- پرانے زمانے کے ایرانیوں نے اللہ کو معبود ماننے کی بجائے امورا مزدا' انگرینو' آتش' آفتاب اور زمین کو معبود بنایا۔

11- یونانیوں نے زیوس' پوزیدان' ایرش' اپولو اور ڈیمٹر کو خدا سمجھا۔

12- رومیوں نے مرکری' سیروفا' بیگی کش' اپالو اور سرنونو کو معبود بنایا۔

13- ادھر ٹیوٹانیوں نے تھور' وریون' فرج' بالدور اور فریر کو معبود بنایا۔

14- بابلی اہل فلکیات نے عطارد' زہرہ' تھرسا' مشتری اور زحل ستاروں کو پرستش کے لائق سمجھا۔

15- مالویوں نے پرکوس' ایڈکوسٹ' سوان' ذولوس اور ڈیمی ودل کو خدا کی جگہ دی۔

16- مشرکین مکہ نے لات' منات' عزیٰ اور ھبل کو اِلٰا اور معبود بنایا'

مختلف زمانوں میں مختلف الخیال لوگوں نے نت نئے معبود بنائے' اور ان کی پرستش کی' اس زمانہ میں بھی بعض لوگ اندھی عقیدت کے جال میں پھنس کر کئی دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں' وہ اپنے زعم میں اسے کار ثواب سمجھتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (البقرہ)

تمہارا معبود تو ایک ہے۔

حق تعالیٰ بار بار اپنی وحدانیت کا اعلان فرما رہے ہیں' مگر انسان اتنا ظلوم وجہول ہے کہ وہ بار بار ارشاد حق سننے کے باوجود اپنی عقل نارسا کے مطابق عمل کرتا ہے' اس کا زعم یہ ہے کہ جو اس کی عقل سوچتی ہے وہ درست ہے' انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے جو چیزیں طاقت والی ہیں' جو ظاہری ہیبت والی ہیں' ان میں کسی چیز کے کرنے اور نہ کرنے کی قدرت ہے' اس لیے وہ ان کی پرستش کرتا ہے' انسان کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے' تو قاری حیران ہو جاتا ہے کہ انسان نے حیوانوں کی پرستش کی' سورج اور چاند کی پرستش کی' سیاروں اور ستاروں کو الٰہ و معبود بنایا' دریاؤں اور پہاڑوں کی پرستش کی' آگ' پانی اور ہوا کو پوجا' یہ ساری باتیں انسان کی جہالت اور لاعلمی کی غماز اور عکاس ہیں۔

مشرکین مکہ کا نرالا دستور تھا' وہ خشکی میں اپنے خود ساختہ معبودوں کی پوجا کرتے اور انہیں پکارتے تھے' مگر جب دریا کی موجوں میں کشتیاں رواں دواں ہوتیں' عین وسط میں جب کشتی ہچکولے کھاتی تو پھر خاص اللہ ہی کو پکارتے تھے' حق تعالیٰ نے ان کی خوب نقشہ کشی کی ہے۔

وَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

اور جب وہ کشتیوں پر سوار ہوتے تو اللہ ہی کو پکارتے' ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کا مشہور واقعہ ہے' وہ کشتی میں سوار ہو کر جا رہا تھا' کشتی ہچکولے کھانے لگی' عکرمہ نے اپنے معبود کو مدد کے لیے پکارا' کشتی کا ملاح کہنے لگا کہ اس جگہ صرف اللہ ہی مدد کرتا ہے' عکرمہ نے کشتی واپس کروائی اور آ کر رسول اکرم ﷺ کا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا' اور کہنے لگا کہ حضرت محمد ﷺ اور ہمارا جھگڑا ہی اللہ کی ذات پر ہے' وہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کو پکارو' مگر ہم مخالفت کرتے ہیں' جو اللہ مشکلات میں مدد کرتا ہے وہی معبود ہو سکتا ہے۔

شرک اور اصنام پرستی نری جہالت اور خجالت ہے' جب انسان پر حق کی روشنیاں پڑتی ہیں تو انسان رفتہ رفتہ سمجھنے لگتا ہے' کہ عبادت کی مستحق صرف ایک اللہ کی ذات ہے' وہ بے نیاز ہے' وہ اولاد سے پاک ہے کوئی اس کا ہمسر اور شریک نہیں ہے۔

انسان کا ضمیر انسان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہتا ہے کہ اللہ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے' اسی کی عبادت و پرستش کی جائے' اس نے ہر چیز کو ٹھیک ٹھیک انداز سے پیدا کیا' مشرکین سے سوال کیا جاتا تھا' کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اس کا مالک کون ہے؟ تو وہ لوگ جواب دیتے تھے کہ اللہ۔

قرآن حکیم نے حق تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک عجیب مثال دی ہے۔

اِنَّ اللّٰـهَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَکَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ (فاطر:41)

اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اپنے رستے سے ہٹ نہ جائیں' اور تو اس کے بعد کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے۔ جب انسان حق تعالیٰ کی ذات و صفات کو مان لے' انہیں تسلیم کرے' تو دل و جان سے ان کی قدر کرے' یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ سمجھ لیا' تو بس کافی ہے' باقی ساری باتیں اس کے احکام کے خلاف کرتا رہے' اللہ تعالیٰ کی جو جو صفات ہیں' ان کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر اس صفت میں کامل و یکتا اور قادر مطلق خیال کرے' یہ ہے توحیدِ خالص جس طرح نماز کی ہر رکعت میں خالص اس کی توحید اور عبادت کا اقرار کرتا ہے' اسی طرح نماز سے باہر بھی اس کو اکیلا اور یکتا سمجھے' ہر کام میں اسے مددگار سمجھے' نفع و نقصان کا مالک بھی اسے سمجھے' حیات و موت کا مالک بھی اسے سمجھے' ارض و سماء کا خالق بھی اسے سمجھے' بر و بحر میں کارساز و حاجت روا بھی اسے سمجھے' ہر ظاہر و پوشیدہ کو جاننے والی وہی ذات ہے' یہ تمام صفات اللہ ہی کے لیے خاص ہیں' یہ نہیں کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کو اِلٰہ مان لیا' اور دوسری طرف من مانیاں شروع کر دیں' جس طرح عرب کے مشرکین نے لینے اور دینے کے ترازو الگ الگ بنا رکھے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کی ٹیڑھی تقسیم کی نقشہ کشی کی ہے' کہ جب وہ کوئی چیز تقسیم کرتے ہیں تو اس کو دو حصوں میں بانٹ دیتے ہیں' ایک حصہ اللہ کا اور ایک اللہ کے شریکوں کا بناتے ہیں اور کہتے ہیں۔

هٰذَا لِشُرَکَآئِنَا (پ:8) یہ اللہ کا حصہ ہے' اور یہ ہمارے شریکوں کا حصہ ہے' اگر اللہ کے حصہ سے مشرکین کے اِلٰہ کے حصہ میں مل جاتا تو کہتے اللہ غفور الرحیم ہے' خیر ہے کوئی بات نہیں' اگر ان کے الٰہوں کے حصہ سے اللہ کے حصہ میں مل جاتا تو جلدی جلدی اسے اس ڈر سے الگ کر دیتے کہ یہ بے انصافی ہے۔ تو توحید خالص کا مطلب یہ ہوا کہ سب کچھ اللہ ہی کو سمجھا جائے۔

شرک:

توحید کے مقابلہ میں شرک ہے' شرک' شراکت سے ہے' شراکت دو آدمیوں کے ایک چیز میں حصہ دار بننے کو کہا جاتا ہے' جس طرح دینوی کاروبار میں دو آدمی کسی کام میں شریک ہوں تو اسے شراکت کا نام دیا جاتا ہے' تو شرعی نقطہ نظر سے شرک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی غیر کو شریک کرنا' خواہ وہ اللہ کے ولی ہوں' نبی ہوں' فرشتے ہوں' یا کوئی بھی اللہ کی مخلوق ہو۔

قرآن کریم نے جہاں مختلف مقامات پر توحید ربانی کا ذکر کیا' اور اِلٰہ واحد کے احکام ماننے کا حکم دیا' وہاں شرک وکفر کے ایوان ڈھانے اور مسمار کرنے کا حکم بھی دیا' اور واضح کیا کہ شرک ظلم عظیم ہے' حضرات انبیاء کرامؑ نے شرک وکفر کے خلاف آواز اٹھائی' حضرت نوحؑ نے شیطان کی پھیلائی ہوئی شرکیات کے خلاف محنت کی' حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کی پوجا اور پرستش کے خلاف آواز اٹھائی اپنے مشرک باپ کو سمجھایا اور اپنی قوم کو سمجھایا کہ تم ان بہرے' گونگے بتوں کو مت پوجو' تم ان کو پکارتے ہو جو نہ بول سکتے ہیں' نہ کھا سکتے ہیں' آپ نے مسلسل محنت کی' رب کی توحید کا ڈنکا بجایا' حضرت موسیٰؑ نے بھی اللہ کی وحدانیت کا درس دیا' شرک وکفر کے خلاف توحید کا علم بلند کیا' حضرت نبی الرحمت ﷺ نے بھی شرک کے خلاف جہاد کیا' مشرکوں سے لڑائیاں لڑیں' قرآن پاک کی واضح آیات پڑھ پڑھ کر سنائیں' کہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا' مشرک جہنم میں ہمیشہ رہیں گے' حضرت لقمان حکیمؒ کے نام پر قرآن میں سورۃ لقمان موجود ہے' جنہوں نے اپنے لخت جگر بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا لاتشرک باللہ' اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر' کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے' اسی طرح حضرت نبی اکرم ﷺ کو قرآن حکیم میں بتایا گیا

لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ'

اگر آپ نے شرک کیا تو ضرور بضرور آپ کے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے' اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے' حق تعالیٰ نے یہ بات اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرمائی' جنہیں رحمت کائنات بنا کر مبعوث فرمایا' خطاب تو نبی اکرم ﷺ کو ہے' مگر یہ تعلیم امت کے لیے کی گئی' اس لیے کہ نبی جس عظیم منصب پر فائز ہوتا ہے' اس سے اس گھناؤنی حرکت کا صدور محال ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے شرک کی تمام راہیں بند کرنے کا عزم کیا' پھر اس کے خلاف عملی جہاد کیا' خانہ کعبہ جو حضرت ابراہیم واسماعیل نے اللہ کی بندگی وعبادت کے لیے تعمیر کیا تھا' اس میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے' جن کی مکہ والے پوجا و پرستش کرتے تھے' حضرت ﷺ نے فتح کے بعد ان تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا' اور ہر بت کو توڑتے وقت جاء الحق و زھق الباطل کا جملہ ارشاد فرماتے جاتے تھے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے انسداد شرک کے لیے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مجھے اس طرح نہ بناؤ جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو بنایا' اور میری رحلت کے بعد میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا' آپ ﷺ

نے فرمایا ''اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ'' جب تو مدد چاہے تو اللہ سے مدد مانگ' فرمایا اگر تمہارے جوتے کا ایک تسمہ بھی ٹوٹ جائے وہ بھی اللہ سے مانگو' کسی غیر کے سامنے دست سوال دراز نہ کرو' ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے کسی بات پہ کہہ دیا کہ جو آپ ﷺ چاہیں اور جو اللہ چاہے' تو آپ ﷺ نے اسے سختی سے روک دیا کہ یہ جملہ نہ کہو' صرف اتنا کہو کہ جو اللہ چاہے وہ ہوگا' حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ: دنیا کے بادشاہوں کو سجدہ کیا جاتا ہے' اور آپؐ کا رتبہ و مقام دنیا کے شاہوں سے بلند و برتر ہے' اگر اجازت ہو تو ہم آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو جایا کریں' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری امت میں غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو

لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِھِنَّ

میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے' مگر یہ جائز نہیں ہے۔

شرک و بت پرستی گھناؤنا جرم ہے' اللہ تعالیٰ کو مشرک کے افعال شنیعہ پر بڑی غیرت آتی ہے' اور مشرک کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ مشرک مرد مشرکہ عورت سے شادی کرے' مشرک مرد کی شادی کسی مومنہ سے نہیں ہو سکتی اور کسی مشرکہ کی شادی مومن مرد سے نہیں ہو سکتی' یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ شادی کریں۔ (پ:2)

قرآن حکیم نے بتایا کہ جو لوگ اللہ کے علاوہ غیر خدا کو مصائب و مشکلات میں آفات و بلیات میں پکارتے ہیں' وہ بے بس اور ناتواں ہیں' وہ حاجت براری نہیں کر سکتے' وہ مصائب کو راحتوں میں نہیں بدل سکتے' وہ مشکلات کو آسانیوں میں نہیں بدل سکتے' وہ آفات و بلیات کو نعمتوں میں نہیں بدل سکتے۔ ارشاد ربانی ہے کیا تم ان کو پوجتے اور پکارتے ہو جو خود مخلوق ہیں؟ ایک مقام پر مشرکین کو واضح کیا گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَاباً وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ وَ اِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّایَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (پ:17)

جو لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں' وہ لوگ ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے' اگرچہ سارے جمع ہو جائیں' اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ بھی واپس نہیں لا سکتے مانگنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے مانگا جارہا ہے وہ بھی کمزور ہے۔

قرآن حکیم نے جہاں جہاں سے شرک کے خدشات ابھرتے تھے' ان کو ختم کرنے کا

اعلان بھی کیا' کہ لوگوں نے اپنے ذہن میں یہ خیالات بٹھائے ہوئے ہیں کہ زمین پر اللہ کے چھوٹے چھوٹے سفارشی ہیں' جو ہماری فریادیں اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں' ہماری سنتا نہیں' اور ان سفارشیوں کی باتوں کو مسترد نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم مجھے بلاؤ میں تمہیں جواب دوں گا' دوسرے مقام پر فرمایا میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں' تو ایسی عظیم ذات کے ساتھ کسی غیر کو شریک وسہیم سمجھنا ذاتی ہے' انسان کو ہمیشہ شرک کی لعنت سے بچنا چاہیے' اللہ کی ذات وصفات پر کامل ومکمل یقین رکھنا چاہیے۔

عقیدہ توحید کے اثرات:

عقیدہ توحید انسانی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے' جو انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا قائل ہوتا ہے' وہ وسیع النظر ہو جاتا ہے' وہ شرق تا غرب' دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک' ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک ساری کائنات کو ایک مالک الملک کی عطا سمجھتا ہے' وہ سب کو اللہ ہی کی ملکیت وکرم تصور کرتا ہے' اس کے برعکس کئی خداؤں اور دیوتاؤں کا پرستار ایسا وسیع النظر نہیں ہوتا' بلکہ وہ ڈھیڑ اینٹ کی مسجد کو ہی کل جہاں سمجھتا ہے' وہ اس کائنات کو اپنے خود ساختہ بزرگوں کی برکات سمجھتا ہے۔

پھر یہ عقیدہ انسان میں خوداریت پیدا کرتا ہے' انسان مال وزر والا ہے پھر بھی اور اگر فقیر و غریب ہے پھر بھی وہ اپنے حال پر مست ومگن رہتا ہے' وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑتا' کسی کے سامنے دست سوال نہیں اٹھاتا' حق تعالیٰ کے خوف کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا' وہ صرف اور صرف اللہ کو سب کچھ سمجھتا ہے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے' کسی غیر کے آگے جھکنا اپنی غیرت کے خلاف سمجھتا ہے' اس کے برعکس مشرک وہ ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ کر اس کے آگے سربسجود ہو جاتا ہے' حاجت برآری اور مشکل کشائی کی امیدیں رکھ کر دست سوال بلند کرتا ہے۔

عقیدہ توحید کو ماننے والا منکسر المزاج ہوتا ہے' اس میں خود غرضی' خودنمائی اور شوخی نہیں ہوتی' وہ ہمہ وقت اس فکر میں رہتا ہے' کہ جو کچھ اسے ملا ہے' وہ ایک ہی ذات کی عنایات وعطیات ہیں' وہ جب چاہے نعمتوں کی موسلا دھار بارشوں سے سیراب کردے' اور وہ جب چاہے تو عریاں کردے' وہ جب چاہے عزت کی بام عروج تک پہنچائے' وہ جب چاہے ذلت کا طوق گلے میں ڈال دے' موحد کی ہر بات کے پس منظر میں حق تعالیٰ کی وحدانیت کارفرما ہوتی ہے' جب دوسرے لوگ اللہ کی عطاء کردہ

نعمتوں کو اپنی محنت و مشقت کا ثمر سمجھتے ہیں' وہ انکساری و عجز کی بجائے تکبر و غرور کرتے ہیں۔

عقیدہ توحید کو ماننے سے انسان کے دل میں احساس جوابدہی پیدا ہوتا ہے انسان دنیا میں سوچ سمجھ کر چلتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی فلاح و نجات اعمال صالح میں ہے' اگر اچھے کام کرے گا تو اللہ کی رضا کا مستحق بنے گا' اگر برے کام کرے گا تو عتاب میں آئے گا' وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن انصاف کا ترازو تولیں گے' اور ایک بال برابر کسی سے زیادتی نہیں کریں گے' اس لیے وہ نیک اعمال کرتا ہے' تاکہ اسے جزائے خیر ملے گی' علی الرغم ازیں مشرکین کا یہ نظریہ ہوتا ہے' کہ ہم نے جن بزرگوں کو سفارشی بنایا ہے' ان کی سفارش سے ہمیں پروانہ فلاح مل جائے گا' جس طرح نصرانیوں نے کہا کہ عیسیٰؑ سولی پہ چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر گئے' اب ہم جو چاہیں کریں' ہمیں کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی' یہودیوں نے کہا کہ جنت ہمارے باپ دادا کی میراث ہے' یہودیوں کے سوا جنت میں کوئی نہیں جا سکتا' کسی نے یہ اعلان کیا کہ نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ ہم اللہ کے فرزند اور چہیتے ہیں' کسی نے کہہ دیا کہ ہم بتوں کی پرستش اس لیے کرتے ہیں' کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں' لیکن ایک موحد' مسلمان کا عقیدہ صرف یہ ہوتا ہے' کہ سب کچھ کرنے والی ذات اللہ کی ہے' اور جو کام میں کروں گا' اس کا حساب دینا پڑے گا' موحد کو یہ احساس ہمہ وقت رہتا ہے۔

عقیدہ توحید کو ماننے والا بڑی بڑی تلاطم خیز موجوں سے نہیں گھبراتا' وہ مصائب و مشکلات کی آندھیوں اور جھکڑوں کا خندہ روئی سے مقابلہ کرتا ہے' اس کے عزائم جوان اور حوصلے بلند رہتے ہیں' وہ تھک کر پھر بھی نہیں تھکتا' وہ ہار کر پھر بھی نہیں ہارتا' وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے' وہ جانتا ہے کہ سب کچھ کرنے والی ذات صرف اور صرف ایک ہی ہے' اس لیے مصائب سے کیوں گھبراؤں' اس کے برعکس مشرک و کافر تھوڑی تھوڑی پریشانیوں پر تلملا اٹھتے ہیں' چونکہ ان کا اعتماد اور بھروسہ صرف محدود طاقتوں پر ہوتا ہے' مایوسیاں اور ناامیدیاں ان کے گرد گھیرا ڈال لیتی ہیں۔

عقیدہ توحید کو ماننے والا صرف ایک ذات کے بھروسے پر جب اٹھتا ہے' تو بڑے بڑے کام کر گزرتا ہے' وہ بڑی کٹھن منزلیں عبور کرنے کی کوشش کرتا ہے' اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پشت پر ایک بڑی ذات کی طاقت کارفرما ہے' اس کے ارادے پہاڑوں کی طرح مضبوط ہو جاتے ہیں' اس کے عزائم بلند اور حوصلے مضبوط ہو جاتے ہیں' اس کو اللہ کی ذات عالی پر کامل توکل اور بھروسہ ہوتا ہے۔

عقیدہ توحید کو ماننے والا اپنے دل و دماغ سے ساری چیزوں کو نکال دیتا ہے' وہ کسی کا خوف

اورڈر اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیتا ہے' جان و مال کی پرواہ نہیں کرتا' آل و اولاد کی پرواہ نہیں کرتا' سب سے بے نیاز ہوکر لا الہ الا اللہ کی تلوار لے کر کام کرتا ہے' بزدلی' اور خست سے انسان دور رہتا ہے۔

انسان اگر غور کرے تو عقیدہ توحید انسان کی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے' وہ سارے آستانوں اور بت خانوں سے انسان کا منہ موڑ کر ایک ذات عالی کے آستانہ رحمت پہ جھکاتا ہے' ساری دنیا کی درگاہوں سے ٹھکرائے ہوئے انسان کو عزت و رفعت کے مقام پر پہنچاتا ہے' وہ انسان کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلاتا ہے' جس طرح رستم کے دربار میں حضرت ربعی بن عامرؓ نے رستم سے مخاطب ہوکر کہا تھا' کہ ہمیں ملک و مال کی ضرورت نہیں اور نہ ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے' تا کہ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر ایک اللہ کی غلامی میں انہیں لا کھڑا کردیں۔

اللّٰهُ ابۡتَعَثَنَا لِنُخۡرِجَ الۡعِبَادَ مِنۡ عِبَادَةِ الۡعِبَادِ إِلٰى عِبَادَةِ رَبِّ الۡعِبَادِ.

خلاصہ:

اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں یگانہ و یکتا سمجھنا یہ توحید ہے 2- توحید تمام طاعات کی جڑ ہے۔3- اللہ کی ذات' صفات' عبادات اور افعال میں کسی کو شریک کرنا ظلم عظیم ہے۔4- عبادت اور بندگی کی مستحق صرف اور صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔5- بر و بحر میں' خوشی و غمی میں' مصائب و مشکلات میں صرف اللہ ہی کو پکارا جائے' اور امداد کے لیے دست سوال دراز کیا جائے۔6- کائنات ارضی و سماوی پر غور و خوض کیا جائے' اور پھر رب تعالیٰ کی ربوبیت و الوہیت کا اقرار کیا جائے' ان تمام اشیاء کا خالق و مالک صرف اللہ ہی کو سمجھا جائے۔ 7- اللہ کے علاوہ کسی کی پرستش و پوجا شرک ہے' شرک کرنے والا جنت میں کبھی نہیں جائے گا وہ ہمیشہ جہنم میں جلے گا' اور جہنم کا ایندھن بنے گا' مشرک کی نجات کبھی نہیں ہوگی' مشرک جب شرک کرتا ہے تو خدا کو غیرت آتی ہے' مشرک کسی مسلمان عورت سے اور مشرکہ کسی مسلمان مرد سے شادی نہیں کرسکتی۔8- عقیدہ توحید انسان میں وسعت نظر پیدا کراتا ہے' اسے خودداری اور عزت نفس عطا کرتا ہے' اس میں عاجزی و انکساری پیدا کرتا ہے' اسے احساس جوابدہی اور نفس کی پاکیزدگی عطاء کرتا ہے' اسے بلند حوصلہ اور عزم کامل سے نوازتا ہے' انسان میں جرات و بہادری پیدا کرتا ہے' عقیدہ توحید انسان میں قناعت و بے نیازی پیدا کرتا ہے۔

9- جو شخص ایمان و یقین سے کلمہ توحید پڑھے گا' وہ جنت میں جائے گا۔

رسالت

رسالت اور نبوت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں' رسالت و نبوت کے معنی ''سفارت'' اور ''پیامبری کے ہیں' رسالت اور نبوت ایسی سفارت کو کہا جاتا ہے' جو حق تعالیٰ شانہٗ نے انسانوں تک اپنے تشریعی احکام پہنچانے' اور اپنی راہ پر انہیں گامزن کرنے کے لئے قائم کی' بعض کے نزدیک رسالت اور نبوت میں معمولی سا فرق ہے' اسی بناء پر ان کے ہاں رسول اور نبی کی تعریف میں تفاوت پایا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ نے رسالت و نبوت کا سلسلہ جاری فرما کر انسانوں پر بہت بڑا احسان کیا' رسالت و نبوت کے ذریعے انسان کو اصل اور نقل کا اندازہ ہوا' کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہوئی' حق کی روشنی ملی اور جہالت کا اندازہ ہوا' حق کے فوائد سے شناسائی ہوئی اور باطل کے نقصانات سے آگاہی ہوئی' نفع و نقصان کی الگ الگ پہچان ہوئی اسے کامیابی و ناکامی کا علم ہوا' اسے ان حقائق کا علم ہوا جنہیں مان کر انسان ہمیشہ کے لیے کامیاب و کامران ہو جاتا ہے اور ایسے مضرات سے بچنے کی توفیق ملی جو ان کے لیے سراسر نقصان اور باعث خزلان تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا مقصد کئی مقامات پر بیان کیا' کہ انسان کا مقصد پیدائش حق تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت ہے' اس کی عبادت اور احکامات کی پیروی ہے' حق تعالیٰ کی بندگی سے دنیا و عقبیٰ کی کامیابیاں اور کامرانیاں نصیب ہوں گی' اس کی اطاعت و پیروی سے اطمینان قلب نصیب ہوگا' غرضیکہ اس کی فرمانبرداری میں اس کے لیے دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔

اب یہ بات حل طلب ہے کہ اللہ کے احکامات کیا ہیں؟ اللہ نے کیا حکم دیا؟ اس نے کس چیز سے روکا؟ حلال کیا ہے اور حرام کیا؟ اور انسان نے کس راہ پر چلنا ہے؟ اور کس راہ سے دامن بچا بچا کر اور پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہے؟ انسان کی زندگی' اس کے نشیب و فراز اور بہار زندگی کے مختلف موسموں میں اسے کیسے رہنا ہے؟ اس کا معاش اور طرز زندگی کیسا ہو؟ دنیا میں کیا کرے تو اس کی صفات میں حسن پیدا ہوگا؟ اور کون سے امور سرانجام دے تو اس کے اعمال میں قبح پیدا ہوگا؟ الٰہی احکامات کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے؟ اور ان پر نتیجہ کب مرتب ہوگا؟ اس قسم کے بے شمار سوالات انسانی ذہن و دماغ سے نکلتے ہیں' ان سوالات کے جوابات کے لیے انسانی عقل ہے' لیکن وہ محدود ہے۔ کتنا

ہی کامل ومکمل کتنا ہی ذہین وفطین انسان کیوں نہ ہوں؟ وہ سوچتا چلا جائے' دماغ کے روزن میں بے شمار باتیں آئیں گی' کبھی وہ اس نیلگوں آسمان کی طرف نظریں دوڑا دوڑا کر دیکھے گا' پھر اس پر سوچتا چلا جائے گا' کبھی پہاڑوں کے غیر متناہی سلسلہ پر نظریں دوڑائے گا' کبھی سرسبز وشاداب درختوں اور لہلہاتے کھیتیوں پر نظریں مرکوز کرے گا' غرضیکہ انسان اپنی ہمت وکوشش کے مطابق ہاتھ پاؤں کو حرکت دے گا مگر انسان انسان ہے اس کی عقل بھی ایسی نہیں کہ ہر سوال کا جواب خود سے دے اور سوچے۔

بے شمار باتیں انسان کے دل پہ دستک دیتی ہیں' مگر دل بھی چونکہ انسانی دل ہے' اس میں بے شمار باتیں آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں' از خود آنے والی باتوں کو چاہے انسان تسلیم کرے یا نہ کرے' تسلیم کرے اس کی مرضی تسلیم نہ کرے اس کی مرضی' مگر وہ مقام ان باتوں کا ٹھکانہ اور مستقر نہیں ہے' بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو گہری چھاپ کی طرح انسان کے دل پر لگ جاتی ہیں۔ اور کئی باتیں انسانوں کی جمعیت مل کر سوچتی ہے' اجلاسوں اور کانفرنسوں کے ذریعے نجی اور اجتماعی غور وفکر کے بعد کسی چیز کے بارے میں حتمی رائے قائم کی جاتی ہے۔ مگر رفتہ رفتہ ان آراء اور تفکرات میں نئے نئے شوشے کسی نہ کسی گوشے سے اٹھنے شروع ہو جاتے ہیں' جس سے اجتماعی فکر کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ کسی چیز کے خیر یا شر' بھلا اور برا ہونے کے لئے انسان کے پاس سب سے بڑے یہی تین واسطے ہیں۔ سب سے پہلے عقل سے اس کے حسن وقبح کی جانچ پڑتال کرے گا' پھر قلب وجگر کی گہرائی سے اسے جانچنے کی کوشش کرے گا' بالآخر وہ تھک ہار کر کسی دوسرے کے سہارے سوچنے اور الجھن دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ مگر دوسرے بھی اسی جیسے ہوں گے' وہ منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

اسی طرح جب حق تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا' پھر اس کا سلسلہ جاری کیا' تو اس کے ارد گرد یمین ویسار کیا کیا نعمتیں نہ تھیں؟ اوپر دیکھے تو آسمان اس کا سائبان تھا' سورج اس کے لیے روشنی بکھیر رہا تھا' چاند اس کی اندھیری راتوں میں چاندنی بکھیر رہا تھا' ستارے اس کی نظر میں اپنی طرف مرکوز کراتے رہتے تھے۔ سبزہ اور درخت اسے اپنی طرف توجہ دلا رہے تھے' حد نظر تک اس روئے زمین پر اس کی بیابانی اور صحراء اسے اپنی طرف مائل کر رہے تھے' وہ صحراء جن میں دور دور تک کوئی انسان نظر نہ آتا تھا' ایسے پہاڑ جن کی چیز مفقود تھی' غرضیکہ انسان کے لیے پیدا کی جانے والی ہر چیز تھی مگر انسان نہ تھا' اگر تھا تو خال خال' پھر جب رفتہ رفتہ انسان پھلنے پھولنے لگا' تو حق تعالیٰ کا سفیر اور نمائندہ ان کی راہنمائی کرنے لگا' سب سے پہلے جس انسان کو سفارت ونمائندگی کا شرف ملا وہ انسانوں کے باپ

حضرت آدم علیہ السلام تھے' جن سے ایک طرف نسل انسانی کا آغاز ہوا' دوسری طرف پیغامات ربانی کا سلسلہ جاری وساری ہوگیا۔

رسالت ایک بہترین ذریعہ ہے' جس سے انسان کو اپنے خالق و مالک کی پہچان ہوئی' انسان کو معلوم ہوا کہ یہ آسمان کیوں بنایا گیا؟ زمین کی تخلیق کیوں ہوئی؟ طرح طرح کی نعمتیں پیدا کرنے کا مقصد کیا؟ یہ ساری باتیں نبوت اور رسالت کے واسطے سے انسان کو حاصل ہوئیں' اور یہ اتنا عمدہ طریقہ ہے حق تعالیٰ کی معرفت کا کہ اس کے بجز کوئی اور راہ انسان کے لیے مفید نظر نہیں آتی' اگر کسی ذریعہ وواسطہ سے حق تعالیٰ کی سچی معرفت اور حقیقی پہچان ہوئی تو وہ صرف اور صرف رسالت ہے' جس سے انسان نے دنیا کی خیر وشر کی پہچان کی' برے اور بھلے کی پہچان کی' مضر اور مفید کی شناسائی ہوئی' دنیا اور آخرت کی پہچان ہوئی' حلال اور حرام کی تمیز ہوئی' سچ اور جھوٹ کی تمیز ہوئی' جس طرح دیکھنے کے لئے آنکھ میں پتلی ضروری ہے اسی طرح حق تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے رسالت اور نبوت ضروری ہے' اگر یہ سلسلہ نہ ہوتا تو انسان حق تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

اگر رسالت ونبوت کا تاج کسی غیر انسانی مخلوق کے سر پر سجا دیا جاتا' تو انسان کے لئے مشکل پیدا ہو جاتی' انسان کی ضروریات کو سمجھنا اور اس کے مرض کی تشخیص کے لیے اس کی بیمار نبضوں پر ہاتھ رکھ کر اس کی روحانی اصلاح کرنا یہ کسی منجھے ہوئے اور سنجیدہ انسان ہی کا کام ہو سکتا ہے' جو تمام انسانی خوبیوں سے سرشار ہونے کے باوجود عام انسانوں کے لیے ایک نمونہ اور آئیڈیل ثابت ہو اس لیے حق تعالیٰ نے تاج رسالت انسانوں کے سر پہ ہی سجایا۔

رسالت اور قرآن:

حضرات انبیاء کرامؑ کی رسالت اور نبوت کے ذکر سے قرآن بھرا ہوا ہے' مختلف پیغمبروں نے اپنی رسالت اور نبوت کا اقرار ان الفاظ میں کیا۔

وَلٰكِنِّي رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف:8) لیکن میں پروردگار عالم کی طرف سے رسول ہوں حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں اعلان کیا یٰفِرْعَوْنُ اِنِّي رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف) اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم نے بتایا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران: ع15)

حضرت محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں' آپ ﷺ سے قبل بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

حضرت رحمت للعالمین ﷺ نے اپنی رسالت و نبوت کا ذکر ان الفاظ میں کیا' اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ بَعَثَنِیْ اِلَی الْعِبَادِ اَدْعُوْھُمْ اِلٰی اَنْ یَّعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ وَاُنْزِلَ عَلَیَّ کِتَابٌ (مسند احمد بن حنبل ج 5)

میں اللہ کا رسول ہوں' مجھے اس نے بندوں کی طرف مبعوث کیا میں اس بات کا داعی ہوں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں' اس کے ساتھ شرک نہ کریں' اور میرے اوپر کتاب اتاری گئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے مقام پر اپنی رسالت کو واشگاف الفاظ میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰہِ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاِنْ کَذَّبْتُمُوْنِیْ (بخاری ج 1 کتاب الشرط)

واللہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں' اگرچہ تم مجھے جھٹلاؤ۔

رسالت کا تجزیہ:

اللہ تعالیٰ نے رسالت کے ذریعے اپنا پیغام انسانوں تک پہنچایا' اور انسانوں کی رشد وہدایت اور فلاح ونجات کے لیے انسانوں کا ہی انتخاب فرمایا' انسانوں کے لیے کسی غیر انسان یا کسی دوسری مخلوق کو راہنما نہیں بنایا' حضرت آدم علیہ السلام سے اس سلسلہ کو جاری کیا' اور حضرت نبی اکرم ﷺ پر اس کو ختم کر دیا' حضرت آدمؑ سے حضرت نبی اکرم ﷺ تک کئی ہزار سال کا عرصہ گزرا' کہیں نبوت و رسالت کس انداز میں کام کرتی ہے اور کبھی کس انداز میں' سینکڑوں سالوں کی محنت سے کہیں درجنوں افراد تیار ہوئے' اور کہیں اندھیر نگری چھائی رہی' مگر رسالت مایوس نہیں ہوئی' بلکہ امر خداوندی کے تحت رسول اپنا کام کرتا رہا' اگر کسی مقام پر ایک آدمی بھی تھا تو اس پر بھی کما حقہ محنت کی' اب ذیل میں یہ آئینہ دکھایا جاتا ہے کہ یہ لوگ کن اوصاف کے مالک تھے' جو شبانہ روز محنت کرتے تھے اور اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے۔

رسالت اور بشریت:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے انسان کا انتخاب کیا' انسانوں کا قائد اور راہنما انسان ہی کو بنایا' جو انسانی ضروریات کو سمجھ کر ان کی راہنمائی کرے' کسی فرشتہ یا جن کو انسان کی عنان قیادت نہیں تھمائی' جو انسانی ضروریات اور مجبوریوں سے یکسر خالی ہوں' ورنہ جن لوگوں کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا گیا ان کی قوموں نے ببانگ دہل مطالبہ کیا کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترے' کتاب اترے' آسمان کی طرف کوئی سیڑھی چڑھتی ہو' جس پر چڑھنے والا چڑھے اور ہم بچشم خود اس کی آمد و رفت دیکھیں' مگر انسانوں کے خالق نے ساری باتیں سننے کے باوجود اپنی منشاء و مرضی کے مطابق انسانوں

کے لیے انسان ہی کو چنا۔

رحمت دو عالم ﷺ کو کہا گیا کہ یہ لوگ فرشتوں کو دولت نبوت سے سرشار کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں ان کو بتادیں کہ اگر زمین کی پشت پر فرشتے رواں دواں ہوتے تو ہم ان کے لیے فرشتوں ہی کا انتخاب کرتے' مگر چونکہ یہ نوع انسانی سے متعلق ہیں اس لیے ان کا راہنما انسان ہی کو بنایا گیا۔ ارشاد ہے۔

(1) قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل:95)

فرمادیجئے: اگر زمین میں فرشتے رواں دواں ہوتے' اور آباد ہوتے' تو ہم ضرور آسمان سے ان پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر اتارتے۔

(2) قرآن حکیم نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے صفت رجولیت سے موصوف ہی کو نبی بنایا' حضرت محمد ﷺ کو بتایا گیا کہ

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (یوسف)

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف آدمیوں کی طرف وحی کی۔ وحی نبوت صرف مردوں کی طرف کی گئی۔

(3) انبیاء کو جن اقوام کی طرف اور جن اشخاص کی طرف بھیجا جاتا تھا' وہ ان کی دعوت سن کر یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ تو ہمارے جیسے انسان ہیں۔

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (ابراہیم)

اور پھر انبیاء بھی جواباً کہتے تھے کہ اس میں باعث عار اور قابل اعتراض بات کون سی ہے۔

اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (ابراہیم)

ہم تو تمہارے جیسے ہی انسان ہیں۔

(4) پھر انبیاء کے مخاطبین کو عام اعتراض یہ بھی تھا کہ یہ کیسے نبی ہیں' یہ تو کھانا کھاتے ہیں' بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (فرقان)

(5) قرآن حکیم نے معترضین کے اعتراضات نقل کیے اس کے باوجود کہیں بھی قرآن نے الٰہی موقف کو کمزور پیش نہیں کیا کہ چونکہ لوگ انسانوں کا رسول ہونا پسند نہیں کرتے' اس لیے نوع انسانی کے لیے انسانوں کی بجائے کسی اور کو رسالت و نبوت دی جائے' بلکہ قرآن نے یہاں تک

واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو رسالت سے سرفراز کیا ان کے لیے بیویاں اور اولاد بھی بنائی۔

وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَّذُرِّيَّةً (رعد)

(6) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے کئی مرتبہ اعلان کروایا گیا کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں، صرف اتنی بات ہے کہ مجھے نبوت و رسالت کی عظیم دولت سے سرشار کیا گیا، اور تمہیں اس سے دور رکھا گیا۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ (الکہف)

بخاری کی روایت کے مطابق حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاَنَّه يَاْتِيْنِى الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضُكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْسَبُ اَنَّه قَدْ صَدَقَ وَاَقْضِىْ لَه بِذٰلِكَ فَمَنْ قُضِيْتُ لَه بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا هِىَ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ فَلْيَاْخُذْهَا اَوْ فَلْيَتْرُكْهَا (بخاری ج 1 ابواب المظالم)

میں انسان ہوں، میرے پاس مقدمے کا فریق آتا ہے، ممکن ہے تم میں سے ایک دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہو میں اس کو سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، جس کے لیے کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کیا گیا وہ یہ سمجھ لے کہ آگ کا ٹکڑا ہے پھر چاہے اس کو لے لے اور چاہے اس کو چھوڑ دے۔

ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرامؓ نے یہ جملہ فرمایا تھا۔

اَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تسمعه وَرسول ﷺ بشر يتكلم فى الْغَضَبِ وَالرِّضَا

(ابوداؤد، کتاب العلم)

کیا تم ہر چیز کو لکھتے ہو، جس کو سنتے ہو، حالانکہ رسول اکرم ﷺ انسان ہیں (کبھی) غصہ اور خوشی کی حالت میں کلام کرتے ہیں۔

رسالت اور نبوت کا سنہری تاج انسان ہی کے سر پر رکھا گیا اور یہ حق تعالیٰ کی عظمت شان کی علامت اور انسانیت کا کمال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے ودیعت کیا، چونکہ نبی انسان ہوتا ہے، اور ایسا عام انسان نہیں جو ہم اور آپ دیکھتے ہیں بلکہ نبی انسان ہونے کے باوجود عمدہ صفات کا مالک ہوتا ہے، اس کی زندگی نہایت پاکیزہ اور ستھری ہوتی ہے، خواہ وہ زمانہ نبوت میں ہو یا اس سے قبل کی زندگی میں جس انسان کے سر پہ نبوت و رسالت جیسی بھاری ذمہ داری عائد کی گئی اس کا تمام سلسلہ صاف اور ستھرا رہا، اگر حق تعالیٰ رسالت کی ذمہ داری کسی انسان کو نہ سونپے کسی فرشتے اور جن کو سونپ دیتے، تو

وہ امر الٰہی کو من وعن پہنچا دیتے، مگر ان احکامات کو نافذ نہ کر سکتے، چونکہ ان میں وہ اوصاف ہی نہیں جن کا انسان حامل ہے، انسان کو تو ضرورت ہے ایسے قائد اور راہنما کی جس میں اس جیسی صفات ہوں، اس جیسے تقاضے ہوں، اس جیسی ضروریات ہوں، مگر اس کے باوجود وہ ممتاز اور نکھرا نکھرا نظر آئے، اس کی نشست و برخاست، گفتار و کردار، چال چلن، اس کا کریکٹر و کردار آئینہ کی مثل سب کے سامنے واضح اور شفاف ہو، اس کا ماضی بے داغ ہو، اس کا حال تابناک اور مستقبل روشن ہو، تمام انسانی خواہشات کے باوجود اس کی نظر غلط نہیں دیکھتی، اس کے کان غلط آواز نہیں سنتے، اس کی زبان غلط نہیں بولتی، اس کا دماغ غلط نہیں سوچتا، اس کے ہاتھ کسی کی گردن پر نہیں پڑتے، اس کے پاؤں کسی غلط جانب نہیں چلتے، اس کی خواہشات مادیت اور دنیوی زندگی کے تابع نہیں بلکہ احکم الحاکمین کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کام کرتی ہیں گویا کہ نبوت و رسالت کا عظیم منصب انسان ہی کو دیا گیا، جو دوسرے انسانوں کے لیے نمونہ اور آئیڈیل بنا، جو خود بھی احکامات الٰہیہ کی پاسداری و پاسبانی کرتا رہا، اور دوسروں کے لیے حق کی مشعلیں روشن کرتا رہا، دیے سے دیے اور چراغ سے چراغ روشن و تاباں کرتا رہا، اگر کسی دوسری مخلوق کو یہ ذمہ داری دی جاتی تو وہ رعب و دبدبہ سے کچھ نہ کچھ کام چلا لیتی مگر اصلاح انسانیت کا جو حقیقی لطف تھا وہ کبھی حاصل نہ ہوتا۔

رسالت وھبی ہے:

رسالت وھبی چیز کا نام ہے، کسبی نہیں ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس عظیم منصب کو کس شخص کے سپرد کرنا ہے، یہ منصب عظیم کسی مجاہدے، محنت اور ریاضت سے انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا، چلہ کشی، عبادت و ریاضت، محنت و مجاہدے، ذکر و اذکار سے انسان کو ولایت مل سکتی ہے، مگر نبوت و رسالت نہیں مل سکتی، چاہے وقت کا کتنا ہی بڑا ولی کیوں نہ ہو، وہ اس انتظار میں ہو کہ اب ولایت کی منزل طے ہو گئی، رسالت ملنی چاہیے یہ امر محال ہے، یہ منصب اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، وہ جسے پسند کرتا ہے، اسے عطا فرما دیتا ہے، وھبیت کے ساتھ اس کا تعلق ہے، کسب و محنت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

رسالت ملنے سے قبل حضرت موسیٰ چالیس روز تک روزے کی حالت میں طور پہاڑ پہ رہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس روز تک بیابان و سنسان جنگل میں محو عبادت رہے، رحمت دو عالم ﷺ قبل از نبوت چالیس سال تک غار حرا میں تفکراتی عبادت میں مصروف رہے، یہ ریاضتیں اور عبادتیں انسان میں حق تعالیٰ کے احکامات قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد تو پیدا کر دیتی ہیں مگر یہ محال ہے کہ اس

قسم کی عبادات کو دیکھ کر حق تعالیٰ کسی کو نبوت و رسالت کا عظیم منصب دے دیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں اور فرشتوں میں سے جس کا چاہیں رسالت کے لیے انتخاب کریں، چنانچہ انسانوں میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا انتخاب کیا، مگر کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں، جس نے نبوت اور رسالت کا منصب طلب کیا ہو، یا ریاضت و مجاہدے سے اسے حاصل کیا ہو، کسب و محنت کے بعد اس کا متمنی ہوا ہو، ایسا کہیں نہیں ہوا۔

رسالت اور عصمت:

اللہ تعالیٰ جس انسان کو رسالت کا منصب عنایت فرماتے ہیں، اس کی عصمت پر دنیا انگشت نمائی نہیں کر سکتی، عصمت کا معنی ہے۔ بچانا، روک لینا، محفوظ رکھنا، عاصم اسم فاعل ہے، بچانے والا، معصوم اسم مفعول ہے، بچایا ہوا، محفوظ کیا ہوا، شریعت کی اصطلاح میں عصمت کے معنی گناہوں سے بچانے کے ہیں، اور معصوم کا معنی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچایا ہوا ہے، اس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہو سکتا، مسلمانوں کے اجتماعی عقیدہ میں یہ بات ہے کہ اولادِ آدم میں معصوم صرف اور صرف انبیاء کی ذات مقدسہ ہیں۔ انبیاء عند اللہ چنے ہوتے ہیں، اس لیے ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّھُمْ عِنْدَ نَالَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَار (ص ع4)

1- (پیغمبر) ہمارے ہاں منتخب اور پسندیدہ لوگ ہیں۔

چونکہ انبیاء کو حق تعالیٰ نے نفوس قدسیہ سے مختص کیا ہے، اور انہیں روحانی و جسمانی ملکات و کمالات سے نوازا ہے وہ تمام مخلوق سے صوری اور معنوی کمالات سے ممتاز ہو گئے، وہ اسرار خداوندی کے خزانے بنا دیے گئے، انبیاء حق تعالیٰ کے اسمائے صفات کے مظہر ہیں، انسانوں میں وہ لوگ حق تعالیٰ کی تجلی خاص کا محل ہیں اور مہبط وحی ہیں۔

2-اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہ، (پ:8 الانعام)

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، کہ کہاں اپنا پیغام بھیجے۔

جب اللہ تعالیٰ علیٰ کل شی قدیر ہے، علیم بذات الصدور ہے، تو وہ خوب جانتا ہے کہ اس امانت کا کون مستحق اور اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کا کون سب سے زیادہ لائق ہے، جب حق تعالیٰ انتخاب ہی ایسے شخص کا کریں، تو پھر ظاہر ہے اسے گناہوں سے بچانا اور محفوظ رکھنا بھی اسی کا کمال ہے۔

3- رسالت و نبوت کی نعمت سے جسے مالا مال کیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ خود اس کی راہنمائی کرتا ہے اور اسے محفوظ بھی رکھتا ہے' کہ کہیں اس کی زبان سے ایسا جملہ نہ نکل جائے جو شان رسالت کے خلاف ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (سورۃ القیامہ پ:29)

(وحی ختم ہونے سے پہلے) اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے۔ یہ زبان کی عصمت ہے کہ نبی امر خداوندی کے بغیر زبان کو حرکت نہ دے۔

4- خواہش نفس سے نبی کوئی بات نہ کرے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پ:27 النجم)

اور نبی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتا' وہ وہی کہتا ہے جو اس کی طرف وحی ہوتی ہے۔

5- نبی کا دل بھی آوازہ حق کے بغیر نہیں دھڑکتا۔

لَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل: پ15)

اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا' تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب ہو جاتے۔

6- نبی کا ذہن بھی کوئی ایسی بات نہیں سوچتا جو عصمت کے خلاف ہو'

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (سورۃ الاعلیٰ)

ہم آپ کو ایسا پڑھائیں گے کہ آپ بھولنے نہ پائیں گے' مگر جو چاہے اللہ بھول چوک ہو سکتی ہے' جو کہ عصمت کے منافی نہیں ہے' مگر اس کا اہتمام یہ کیا گیا کہ اپنے نبی ﷺ کو قرآن اس انداز میں پڑھانے کا کہا گیا' جو بھولنے نہ پائے بعض آیات منسوخ التلاوت ہیں' جو خود حضور ﷺ نہیں بھولے بلکہ اللہ کی حکمت کے تحت وہ بھلا دی گئیں۔

7- نبی کی رائے میں بھی عصمت کا اس انداز میں خیال رکھا گیا ہے' کہ کوئی بات نبی اپنی مرضی کے مطابق نہ کرے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ (پ:5 النساء)

بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے' واقعہ کے موافق تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں' جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا ہے۔

8- قرآن حکیم میں رحمت للعالمین ﷺ کی عصمت فعلی کا یوں ذکر ہے۔

مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی (النجم)

تمہارے دوست نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ غلط رستہ پر چلے۔

رسول رحمت ﷺ ضلالت اور غوایت دونوں سے معصوم ہیں۔

ان آیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ تاج رسالت جس کے سر پر رکھتے ہیں اس کی حفاظت بھی آپ ہی کرتے ہیں' اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہونے دیتے جو تکمیل مشن اور مقصد آمد کے لیے سم قاتل ہو' نبی گناہ نہیں کرتا اور نہ ہی گناہ کی طرف چل کر جاتا ہے' اگر بفرض محال گناہ نبی کی طرف چل کر آئے تو حق تعالیٰ نبی اور گناہ کے درمیان اپنی قدرت کی چادر حائل کر دیتے ہیں جس سے نبی بچ نکلتا ہے' جیسا کہ حضرت یوسفؑ کا مشہور واقعہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے محل کے دروازے بند کر دیئے' اور یوسفؑ کو دعوت گناہ دینے لگی' مگر حضرت یوسفؑ کی زبان پر معاذ اللہ معاذ اللہ کا ورد جاری ہو گیا' اللہ نے اپنی قدرت کا اظہار کیا' یوسفؑ گناہ سے بچ گئے۔

رسالت کی ہمہ گیری:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت اور فلاح و نجات کے لیے ہر قوم میں انبیاءؑ کا سلسلہ جاری رکھا' حق تعالیٰ نے چونکہ جنت اور دوزخ دو چیزوں کو پیدا کیا ہے' دوزخ حق تعالیٰ کے غضب کا مقام ہے اور جنت اس کے انعامات کی جگہ ہے' جنت کی خوشخبری سنانے اور دوزخ کے ہولناک منظر سے ڈرانے کے لیے ہر دور میں نبی بھیجے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ (فاطر) کوئی بھی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

2- قرآن حکیم میں انبیاء کے ذکر میں آتا ہے۔ (البقرہ ع:26)

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ پھر اللہ نے نبی بھیجے' خوشخبری سنانے والے' اور ڈرانے والے' اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری۔

3- حضرت ابراہیمؑ' حضرت اسحٰقؑ' حضرت یعقوبؑ' حضرت نوحؑ' حضرت داؤدؑ' حضرت سلیمانؑ' حضرت ایوبؑ' حضرت یوسفؑ' حضرت موسیٰ و ہارونؑ' حضرت زکریا و یحیٰؑ' حضرت عیسیٰؑ' حضرت الیاسؑ' حضرت اسماعیلؑ' حضرت الیسعؑ' حضرت یونسؑ' حضرت لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے بعد یوں ارشاد ہوا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ (انعام ع:10)

یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب' حکم اور نبوت دی۔

حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کا ارشاد ہوا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِينَ وَالْمُنٰفِقِينَ (الاحزاب)

اے نبی اللہ سے ڈریئے اور کافروں اور منافقوں کی پیروی نہ کیجئے۔

مطاع مطلق:

انبیاء علیہم السلام مطاع مطلق ہیں، قرآن حکیم میں ہر پیغمبر کی مطلقاً اطاعت کا حکم دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر یہ کہ اس کی تابعداری کی جائے اللہ کے حکم سے۔

2- دوسرے مقام پر رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کہا گیا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ:5 النساء)

اور جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

3- دوسرے مقام پر واضح طور پر اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا یوں حکم دیا گیا۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (پ:18 النور)

فرمادیجئے اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔

4- رسول کی اطاعت کرنے والے کو جنت کی بشارت دی گئی۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

(پ:4 سورۃ النساء)

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، داخل کرے گا اسے باغات میں، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اطاعت نہ کرنے والے کو ساتھ ہی جہنم کی آگ سے ڈرایا گیا۔

5- حضرت رحمت للعالمین ﷺ سے کہلوایا گیا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (پ:3 آل عمران)

فرمادیجئے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور

تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

6- حضرت رحمت للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی زندگی کو امت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا گیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پ:21 الاحزاب)

البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

ان آیات میں مطلقاً نبی کی رسالت و نبوت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کی اطاعت کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی اور نافرمانوں کو دوزخ کے بھیانک حالات سے ڈرایا گیا' پھر نبی کی زندگی کو امت کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا گیا' نبی کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا۔

منصب رسالت:

منصب رسالت جس قدر عظیم ہے اسی قدر اس میں گنجلک اور الجھن پیدا کی گئی' اس منصب کو اگر ایک طرف لوگوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا تو دوسری طرف کئی نا عاقبت اندیش جہلاء نے اس منصب کا تمسخر اڑایا' کبھی یوں کہا گیا کہ اس منصب کے لائق یہی شخص تھا کوئی اور اس کے اہل نہیں تھا' کبھی یوں کہا گیا کہ ہماری آنکھوں کے سامنے فرشتہ وحی لے کر کیوں نہیں اترتا کبھی یہ ہرزہ سرائی کی گئی کہ یہ رات کو بیٹھ بیٹھ کر آیات بناتا ہے اور صبح وہی پڑھ کر سنا دیتا ہے' کبھی یوں کہا جاتا کہ اگر یہ نبی ہے تو چاند کے دو ٹکڑے کر دے' اگر یہ نبی ہے تو زمین سے چشمے اور نہریں جاری کر دے' اگر یہ نبی ہے تو اس کے پاس اللہ کے خزانے کیوں نہیں؟ اگر یہ نبی ہے تو بازاروں میں کیوں چلتا پھرتا ہے' یہ کھاتا پیتا اور ہنستا مسکراتا کیوں نظر آتا ہے؟ غرضیکہ جہالت کی ماری ہوئی انسانیت نے اپنے ذہنوں کی بھڑاس نکال نکال کر انبیاء کو ستایا اور پریشان کیا۔ انسانوں کے ایک گروہ نے انبیاء پر الزامات عائد کیے' ان کی عصمت اور پاکیزگی پر حملے کیے' ان کے حلیے اور وضع قطع کی نقلیں اتاریں' ان کو دشنام گیا' کسی نے کہا کہ حضرت عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں' کسی نے کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں' کسی نے انبیاء کو طعنہ آمیز دھمکیاں دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو نامردگی کا الزام لگا دیا تھا۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں ہوتی رہیں' حالانکہ اللہ وحی کے ذریعے ان تمام الزامات واتہامات کی صفائی پیش کرتے رہے کہ جس منصب پر تم کیڑے نکالتے ہو' اور اپنے فرسودہ ذہنوں کے مطابق بات کرتے ہو اس منصب کا یہ تقاضا قطعاً نہیں ہے' حضرت رحمت دو عالم ﷺ سے کہلوایا گیا' کہ انہیں آپ اتنا کہہ دیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں نہ میں فرشتہ ہوں اور

نہ ہی غیب داں ہوں۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ (ھود)

حضرت مریم پر جب انگشت نمائی کا اندیشہ ہوا' اور لوگوں نے حضرت عیسیٰ کی ولادت سے متعلق دریافت کیا تو حضرت مریم نے اپنے نومولود بچے کی جانب اشارہ کر دیا' حضرت عیسیٰؑ نے ماں کی گود سے ماں کی صفائی پیش کی۔

اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا (مریم)

میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔

پھر ایک وقت آیا' کہ حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت اور خدائی کا دعویٰ کر دیا قرآن حکیم نے اس نظریہ کا توڑ پیش کیا' اور واضح کیا کہ یہ دونوں ماں بیٹا ایک ذات کے بندے اور پیروکار ہیں' ان میں خدائی صفات نہیں ہیں' وہ تو اللہ کے در کے سوالی اور محتاج ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کے سامنے صحابہؓ نے عرض کی' یا رسول اللہ ہم مختلف شہروں اور علاقوں میں جاتے ہیں' مختلف شاہوں اور حکمرانوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کی رعایا ان کے سامنے سجدہ ریز ہو رہی ہے' اور ہمارے نزدیک آپ کا رتبہ اور مقام ان شاہوں سے کہیں زیادہ ہے' اگر حکم فرمائیں تو ہم آپ کو سجدہ کیا کریں حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے عظیم منصب کی لاج رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ میری امت میں یہ جائز نہیں کہ کوئی انسان کسی انسان کے سامنے سجدہ کرے اگر ایسا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے سجدہ کرتی۔

اللہ تعالیٰ نے جو عظیم منصب انبیاءؑ کو دیا اس کا تقاضا یہ ہے' کہ حق تعالیٰ کی ربوبیت و بندگی کا ڈنکا بجایا جائے' اللہ کی مخلوق کو جہالت کی تاریکیوں سے علم کی روشنیوں کی طرف لایا جائے' شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی مشعل ان کے ہاتھ میں تھما دی جائے' رسومات و رواجات کا قلع قمع کر دیا جائے' اور ان کی جگہ نبوت و رسالت کے نورانی طریقوں کو رواج دیا جائے' مخلوق خدا کو بندوں کی بندگی سے نکالا جائے' دنیا کے آستانوں سے انسانوں کو ہٹا کر ایک اللہ کے آستانہ رحمت کے سامنے انہیں جھکا دیا جائے' اللہ کے حکم کے مطابق مخلوق کی خدمت کی جائے' اور پھر رسول و نبی انسانوں کو زندگی کی صحیح لائن بتاتے' جس پر چل کر دونوں جہانوں میں ان کی کامیابی ہوگی۔

(2) رسول کی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانوں کو اللہ کی کتاب کی تعلیم سے سرشار کرے' ان

کے قلوب سے کھوٹ' کینہ اور حسد کی بیماریوں کو مانجھ دے' اور انہیں ایسی قابل فہم باتوں کی تلقین کرے' جن پر چل کر ان کی زندگی منشاء خداوندی کے مطابق گزرے' حضرت رحمت للعالمین ﷺ کی بعثت کے ذکر میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ (الجمعہ)

اللہ نے امیوں سے ایک باعزت رسول اٹھایا' جو ان پر آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کے دلوں کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ گویا کہ اس مقام پر نبوت کے ذمہ چار کام لگائے گئے۔

1- تعلیم کتاب

2- تعلیم حکمت

3- انسانوں کا مجموعی لحاظ سے تزکیہ

4- انسانوں پر آیات کتاب کی تلاوت

(3) جس شخص کو رسالت کا تاج پہنایا گیا ہے' اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرہ کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائے' لوگوں کو اللہ کی منشا کے مطابق اوامر کی اتباع کا حکم دے اور نواہی سے بچنے کی تلقین کرے' جس طرح ارشاد ربانی ہے۔

یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ (اعراف)

وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے' اور بدی سے انہیں روکتا ہے۔

تو یہ ایک صاحب منصب شخص کی ذمہ داری ہے' کہ وہ کرہ ارض پر خالق کائنات کے احکامات نافذ کرے' اس کی مخلوق کے دلوں کی کجی اور زیغ کو دور کرے' ان سے زنگال اتار کر انہیں آئینہ کی طرح صاف کر دے' ان کو ایسا بنا دے کہ وہ صبح و شام یاد الٰہی سے سرشار ہیں ان کے سر اللہ کی یاد سے جھکے ہوں اور دل اللہ کی یاد سے دھڑک رہے ہوں' ان کی آنکھیں اس کی یاد سے اشکبار ہوں' جنت کی آس امید رکھیں' اور جہنم کے عذاب الیم سے ڈرتے رہیں۔

(4) منصب رسالت کے مخاطبین کی ذمہ داری ہے' کہ وہ اس منصب کی تعظیم و توقیر کریں' وہ اس عظیم منصب کا لحاظ رکھیں اس کی عظمت و قدر کا ہر وقت پاس رہے' رسول جس بات کا حکم دیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا جائے اور جس سے روکیں اس سے فوراً رکا جائے' جو چیز تھما دیں اسے

لے لیا جائے۔

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (الحشر)

اور جو چیز تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔

(5) حضرت نبی اکرم ﷺ کے بارے میں قرآن حکیم نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ پر اس لیے کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلے کریں۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰکَ اللّٰہُ (النساء)

بے شک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ لوگوں کے درمیان آپ فیصلے کریں، جو آپ کو اللہ دکھائے۔

جب اہل ایمان رحمت دو عالم ﷺ کے فیصلے سنتے تو پکار اٹھتے تھے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی۔

رسالت محمدی:

تمام انبیاءؑ کے آخر میں حضرت محمد رسول ﷺ کو رسالت سے سرفراز کیا گیا تھا۔ جتنا یہ منصب آپ کو آخر میں ملا اس سے ہزار ہا گنا زیادہ مرتبہ اور مقام بھی بلند ملا، آپ کو صرف رسول نہیں امام المرسلین بنایا گیا، آپ کو صرف نبوت سے سرشار نہیں کیا گیا بلکہ نبی الانبیاء بنایا گیا، نبیوں کا نبی اور نبیوں کا امام بنایا گیا، آپ کی رسالت صرف مکہ والوں کے لیے نہیں، مدینہ والوں کے لیے نہیں، طائف اور حجاز والوں کے لیے نہیں بلکہ عرب و عجم کے لیے، شرق سے غرب تک کے لیے، شمال سے جنوب تک کے لیے، دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک کے لیے بلکہ اولین و آخرین کے لیے، قیامت کی صبح طلوع ہونے تک کے لیے آپ کو نبی و رسول بنایا گیا، جس طرح آپ کی رسالت دائمی ہے اسی طرح آپ کا پیام سرمدی ہے، آپ کی شریعت دائمی ہے، آپ کے اصول محکم اور عالمگیر ہیں آپ کی نبوت و رسالت ہمہ گیر اور عالمگیر ہے، آپ کے سر پہ صرف رسالت و نبوت کا تاج ہی نہیں رکھا گیا بلکہ آپ کو کائنات کے لیے رحمت بنایا گیا ہے۔

آپ ﷺ کو رسالت سے اس وقت نوازا گیا، جب چاروں سمت جہالت و سفاہت کا دور دورہ تھا، نشان نور گم تھا، اور ظلمت کا بسیرا تھا، حق و صداقت کی شعاعیں دور دور تک نظر نہیں آتی تھیں، قتل و بربریت عام تھی، لڑائی جھگڑے خواہ مخواہ مول لئے جاتے تھے، ایک معمولی سی بات پر جھگڑا چلتا تو نسلوں کی نسلیں فنائیت کے گھاٹ اتار دی جاتی تھیں، کہیں جانوروں کو پانی پلانے پہ جھگڑا اور کہیں

گھڑ دوڑ میں جھگڑا' اہل عرب کی ذہانت و فطانت کا یہ عالم تھا' کہ اپنے شجرے تو ایک طرف رہے اپنے جانوروں کے شجرہائے نسب بھی از بر تھے' مگر دوسری طرف ان کی جہالت کا یہ عالم تھا' کہ سچ اور جھوٹ کی کوئی تمیز نہ تھی' حق و باطل ان کے ہاں ایک ترازو میں تلتے تھے۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل کے نام جپتے تھے' دین حنیف کے علمبردار اور سپہ سالار کہلاتے اور فخر محسوس کرتے تھے' مگر اس دین حنیف کی پاسداری کا یہ عالم تھا کہ یہی دین کے علمبردار گھٹیا افعال میں مبتلا تھے' برائیوں اور بدیوں نے ان کے اردگرد ڈیرے جمائے ہوئے تھے۔ دین کے علمبردار شرک کے خوگر بن چکے تھے' اسماعیلؑ و ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ خانہ کعبہ جو محض عبادت خدا کے لیے بنایا گیا تھا' نت نئے دیوتاؤں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا' تین سو ساٹھ بتوں کو سجدے اور رکوع کے قابل سمجھ رکھا تھا' اور انہیں خانہ کعبہ میں سجا رکھا تھا' مختلف بیماریوں کے مختلف شفا دہندے تجویز کر رکھے تھے' انسانی اعضا میں تین سو ساٹھ جوڑوں کی نسبت سے تین سو ساٹھ بت بنائے ہوئے تھے۔

ظلم کی حد یہ تھی' کہ جاہلی باپ اپنی بچی کو زندہ درگور کر دیتا تھا' جب کسی طویل سفر پہ روانا ہوتا تو اپنی اہلیہ کو کہہ جاتا تھا' کہ اگر بچہ پیدا ہوا تو فبہا' اگر بچی پیدا ہوئی تو اسے گھڑا کھود کر زمین میں ڈال دینا' کئی لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت رحمت دو عالم ﷺ کو اپنی داستان سنائی' تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

اس عالم میں جب دنیا بالکل تباہی کے دھانے پہ کھڑی حالت یاس میں انگلیاں چپس رہی تھی' آس و امید کی کرن بن کر نبی اکرم ﷺ جلوہ گر ہوئے' آپ نے جہالت کے اندھیروں میں علم کے چراغ روشن کئے' امیوں میں تعلیم کتاب و حکمت جاری کی' شرک و کفر کے اندھیاروں میں توحید و سنت کے دیپ جلائے' آپ نے کئی سال مکہ میں ظلم و ستم برداشت کئے' طعنے سہے' گالیاں سنیں' اپنے ساتھیوں کی قربانیاں پیش کیں' آزمائشوں کے دریا عبور کئے' پھر اپنے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا' پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خود مدینہ کی طرف ہجرت کی' جہاں رہ کر آپ نے ایک ریاست قائم کی' جو سب سے پہلی اسلامی ریاست تھی' یہاں آپ نے امر خداوندی کے تحت کفر کے سرخیلوں اور سرغنوں کا مقابلہ کیا' کئی معرکوں میں انہیں شکست و ہزیمت سے دوچار کیا' اور اسلام کی صداقت و حقانیت کا لوہا منوایا اور اسلامی پرچم بلند کیا۔

آپ نے رفتہ رفتہ اصلاح امت کی طرف بھی توجہ دی' عبادت و ریاضت کی تعلیم دی' کتاب و سنت کے اصول و قوانین بیان کئے' اسلامی زندگی کیسے بنتی ہے؟ اس پر محنت کی' امت میں

دین کی نہریں اور چشمے کیسے جاری ہوں؟ اس کی منصوبہ بندی کی' صحابہ کرامؓ کی جماعتوں کی جماعتیں اشاعت اسلام کے لیے مختلف علاقوں میں روانہ کر دیں' عدل و انصاف قائم کیا' غرضیکہ منصب رسالت کا جو جو تقاضا تھا اسے پورا کرتے گئے۔

آپ ﷺ چالیس سال تک تفکراتی عبادت کے لئے غار حرا کی طرف جایا کرتے تھے' چالیس سال کی تکمیل پر جبریلؑ وحی لے کر حاضر ہوئے' پھر سلسلہ نبوت چل پڑا' کچھ عرصہ خاموش تبلیغ کی' پھر حکم خداوندی سے اعلانیہ کام شروع کر دیا' فاران کی بلندیوں پہ پہلی اعلانیہ دعوت دی' مکہ اور مدینہ کل تیئس سال تک اللہ کے پیغامات پہنچاتے رہے' دشمنوں کو دوست بناتے رہے' اجنبیوں کو قریب لاتے رہے' مخالفوں کو حامی بناتے رہے' مارنے والوں کو معاف کرتے رہے اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں کو عام معافی دیتے رہے' مدینہ میں رہائش پذیر ہونے کے بعد مکہ فتح کیا' ازیں دوران مخالفوں کو عام معافی دی' اپنے اخلاق اور عمدہ خصائل سے بڑے بڑے دشمنوں کو موم کرلیا کرتے تھے۔

ختم رسالت:

پہلے پہلے اللہ تعالیٰ قوموں کی اصلاح کے لیے نبی بھیجتے تھے' ان کے تقاضے کے مطابق نبی آتے رہے' یہ وہ وقت تھا جب امتیں یا تو صحیح معنوں میں امتیں نہ تھیں' اگر تھیں تو ان میں ابھی خامی تھی' وہ بہت بڑی ذمہ داریاں اٹھانے کی استعداد نہیں رکھتی تھیں' پہلے لوگ بس اتنا ہی کر سکتے تھے کہ ان کا کوئی مسئلہ الجھ گیا تو نبی نے آ کر سلجھا دیا' تاریخ انسانی کے یہ دو اہم موڑ ہیں' ایک ختم نبوت سے پہلے کا دور اور دوسرا ختم نبوت کے بعد کا دور' چونکہ نبوت و رسالت کا مقصد تو یہی ہوتا ہے کہ خالق اپنے خاص بندے کے ذریعے اپنا پیغام مخلوق تک پہنچاتے' اب پہلی امتوں میں یہ صلاحیت نہ تھی کہ وہ اللہ کا پیغام دوسروں تک پہنچا دیں' وہ ابھی خام حالت میں تھیں' جس طرح سونا کان سے نکل کر خام حالت میں ہوتا ہے' پھر اس پر بتدریج پختگی اور توانائی آتی رہتی ہے' جب رفتہ رفتہ خامی دور ہوتی گئی۔ انسان میں اللہ تعالیٰ کے احکامات دوسروں تک پہنچانے اور نبوی طریقے کے مطابق محنت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی' تو اس نورانی سلسلہ کو ختم کر دیا گیا' ختم رسالت و نبوت سے پہلے جو انسانیت کی خامی تھی' رفتہ رفتہ دور کی جاتی رہی' اسی بنا پر ہر قوم اور امت میں نبی اور رسول تشریف لاتے رہے' مگر ان میں سے کسی کی تعلیم کو بقاء و دوام حاصل نہ ہو سکا' اور ایسا نہ ہونا ضروری تھا' اس لیے اگر ان کی تعلیم کو بقا حاصل ہو جاتا' تو اس سلسلہ کو سر بمہر کر دیا جاتا' جس سے انسانوں میں وہ پختگی پیدا نہ ہو سکتی' جو بہت بڑی

ذمہ داری اٹھانے کی صلاحیت رکھتی اگر یہ پختگی اور جماؤ پیدا نہ ہوتا تو پھر خلافت و نیابت کا تصور کبھی نہ ابھر سکتا جو ختم نبوت کے بعد ابھر کر سامنے آیا۔

ختم نبوت کے بعد جوہر انسانیت کی خامی دور کرنے کا مرحلہ ختم ہو چکا تھا۔ اب انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں میں پختگی و توانائی آ چکی تھی' اب اس سلسلہ کو بند کرنا ناگزیر تھا' اب نبیوں اور رسولوں کا آنا' ان تعلیمات میں کمی بیشی اور ردوبدل کرنا سخت مضر تھا' اسی بناء پر ایک رسول کی تعلیم کو اصح' اور انفع قرار دیا گیا' اس کی نبوت کو اکمل اور اعلیٰ قرار دیا گیا' اس کے دین کو عالمگیر اور دائمی بنا دیا گیا' اس کی نبوت کو قیامت تک کے لیے حتمی اور آخری قرار دیا گیا' اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا' رسول نہیں آئے گا' کوئی کتاب نہیں آئے گی۔ ارشاد ربانی ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب)

حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

لغت عرب میں ختم کے معنی بند کرنے' مہر لگانے' ختم کر دینے اور کام سے فارغ ہو جانے کے ہیں۔ مثلاً

ختم الاناء'	برتن کا منہ بند کر دیا
ختم الکتاب'	خط پر مہر لگا دی
ختم علی القلب	دل پر مہر لگا دی
ختم الشیی (بلغ آخرہ)	شے کے آخر تک پہنچ گیا
ختم القوم (آخرھم)	قوم کا آخری آدمی
ختم العمل (فرغ من العمل)	کام سے فارغ ہو گیا۔

(ملخص از حدیث کا درایتی معیار' تقی امینی)

2۔ حضرت رحمت دو عالم ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا' آپ تمام انسانوں کے رسول ہیں' ہر قوم کے ہر گروہ کے لیے رسول ہیں' علیحدہ رسول و نبی کی ضرورت ختم ہو گئی۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا)

اور ہم نے آپ کو عام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا

کر بھیجا ہے۔

3۔ حضرت ﷺ سے ہی کہلوایا گیا۔

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاس اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (الاعراف)

آپ فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

4۔ آپ صلی اللہ کو جو دین دیا گیا' اس دین کو کامل و مکمل قرار دیا گیا' کہ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے۔

5۔ حضرت رحمت للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے' جب کسی نبی کا وصال ہو جاتا تھا' تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا تھا' مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا' بلکہ خلفاء ہوں گے۔ (بخاری ج 1 کتاب المناقب)

6۔ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری اور مجھ سے پہلے گزرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' لوگ اس عمارت کے گرد چکر لگا کر دیکھتے' اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (بخاری ج 1)

7۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

فَجِئْتُ فختمت الانبیآء (مسلم ج 2 کتاب الفضائل)

پس میں آیا اور میں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔

8۔ حضرت رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اِنّ الرسالہ والنبوة قد انْقَطَعَتْ فلا رسول بعدی و لا نبی (مسند احمد بن حنبلؒ)

رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا' میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔

9۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کان کل نبی یبعث اِلٰی قومِهٖ خاصۃً وَبُعِثْتُ اِلٰی کل احمرو اسود (مسلم ج 1)

ہر خاص نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا' اور میں ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

10۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

ارسلت اِلٰی الخلق کافۃ و ختم بی النبیون (مسلم)

میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میرے اوپر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا

خلاصہ بحث:

(1) رسالت و نبوت کے ذریعے حق تعالیٰ مخلوق تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں۔

(2) رسول انسان ہوتے ہیں مگر عام انسانوں جیسے نہیں بلکہ ان میں اعلیٰ صفات ہوتی ہیں۔

(3) انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

(4) رسالت کسب و محنت سے نہیں ملتی' بلکہ یہ ایک وہبی چیز ہے' جسے خدا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔

(5) ہمہ گیر اور عالمگیر رسالت صرف حضرت محمد ﷺ کی ہے۔

(6) نبی مطاع مطلق ہوتا ہے' اس کی اتباع ضروری ہے۔

(7) منصب رسالت عظیم ہوتا ہے اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(8) رسالت محمدی تمام رسولوں کی رسالت سے افضل و اعلیٰ ہے۔

(9) آپ ﷺ رسالت و نبوت کے آخری تاجدار ہیں' آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ بند کر دیا گیا' آپ ﷺ والا کام آپ کی اُمت کے ذمہ لگا دیا گیا ہے' نبوت ختم ہو گئی مگر کارِ نبوت ابھی باقی ہے' امت کے ہر شخص کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ نبوی دین کو خود بھی سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

آخرت

لفظ "آخرت" "دنیا" کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے آخرت کا معنی ہے بعد میں ہونے والی چیز اور "دنیا" کا معنی ہے قریب کی چیز "آخرت" کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ ختم نہیں ہو جاتا' بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے' اور ایک وقت ایسا آئے گا' جب اللہ تعالیٰ اس روح کو جسم میں دوبارہ منتقل کر کے اسے دوبارہ زندہ کرے گا' پھر انسان کو اس کے اعمال کی جزا ملے گی' اچھے اعمال پر ثواب اور برے اعمال پر سزا ملے گی' نیکوکاروں کو اللہ کے مقام رحمت یعنی جنت میں داخل کیا جائے گا اور بدکاروں کو اللہ کے مقام غضب یعنی جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے

اِنَّ الابرار لَفِيْ نَعِيْمٍ ۞ وَاِنَّ الْفُجَّار لَفِيْ جَحِيْمٍ ۞ (سورۃ الانفطار)

بے شک نیک لوگ جنت میں ہیں اور بے شک گناہگار دوزخ میں ہیں۔

تین مختلف نظریات:

آخرت کے بارے میں تین قسم کے نظریات سامنے آتے ہیں۔

1- ایک نظریہ ان لوگوں کا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان بالکل ختم ہو جاتا ہے' اس فناء کے بعد کوئی حیات نہیں ہے' یہ موقف ان لوگوں کا ہے جو حق تعالیٰ کے منکر ہیں' دہریہ قسم کے لوگ' جو نہ خدا کو ہی مانتے ہیں اور نہ ہی اس کے احکامات کو' یہی نظریہ کفار نے پیش کیا تھا۔

اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ (الدخان)

زندگی تو یہی ہے' ہم نہیں اٹھائے جانے والے

اور پھر یہی لوگ یوں کہتے تھے' کہ زندگی تو صرف دنیا کی ہے۔

مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (الجاثیہ)

یہ موقف اور نظریہ سراسر خلاف عقل ہے' اور خلاف اسلام ہے' اگر یہ بات ان لوگوں کی عقل و فہم میں نہیں آتی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسا ہوگا جس طرح ہم نے کوئی ملک دیکھا نہیں ہے' تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ملک ہے ہی نہیں' ہم نے چین نہیں دیکھا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ چین ہے ہی نہیں' اسی طرح اگر کوئی دیہاتی یہ کہہ دے کہ ہوائی جہاز نام کی کوئی چیز نہیں ہے تو جو لوگ جانتے ہیں کہ ہوائی جہاز ہے' جو کئی سو افراد کو لے کر اڑتا ہے' تو وہ اس دیہاتی کو بیوقوف سمجھیں گے' اسی طرح

یہ ان لوگوں کا احمقانہ موقف ہے جو اپنے گمان کے مطابق دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کرتے ہیں' جس طرح مکہ کے کفار کہتے تھے کہ جب ہم چورہ چورہ ہو جائیں گے تو دوبارہ زندہ کیسے ہوں گے؟ حالانکہ جس ذات عالی نے انسان کو پہلی مرتبہ نیست سے ہست کیا اس کے سامنے کیا مشکل ہے' کہ وہ ان ہڈیوں میں جان نہ ڈال سکے' حضرت عزیزؑ گزر رہے ہیں' مکان اپنی چھپریوں پر گرا ہوا ہے' دیکھ کر کہنے لگے کہ اس کی فنائیت کے بعد اسے کیسے زندہ کیا جائے گا' حق تعالیٰ نے حضرت عزیزؑ کو وہاں ہی موت دے دی' سو سال کے بعد پھر زندگی ملی' آپ کے پاس جو کھانا تھا وہ اسی حالت میں جوں کا توں رہا' آپ کا گدھا جو موت کی آغوش میں چلا گیا تھا' حق تعالیٰ نے اسے بھی دوبارہ زندہ کر دیا' جو رب پہلی مرتبہ ایسے کرنے پر قادر ہے' وہ دوسری مرتبہ بھی علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استدعا کی کہ بارالہا! آپ مردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں' ارشاد ہوا کہ آپ اس پر ایمان نہیں رکھتے' عرض کی: ایمان تو ہے' صرف اطمینان قلب کے لیے عرض کر رہا ہوں' حق تعالیٰ نے چار پرندے پکڑنے کا حکم دیا' پھر ان کو ذبح کر کے انہیں قیمہ قیمہ بنانے کا حکم دیا' پھر فرمایا کہ ان کی کھوپڑیاں اپنے ہاتھ میں رکھ لو اور ان کا گوشت پہاڑوں پر رکھ دو' یہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے' چنانچہ ایسا ہوا کہ وہ قیمہ شدہ پرندے ویسے کہ ویسے ہو گئے' تو یہ حق تعالیٰ کی کرشمہ گری ہے۔

2- دوسرا نظریہ ان لوگوں کا ہے' جو تناسخ کے قائل ہیں' اور وہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا پھل پانے کے لیے اسی دنیا میں بار بار جنم لیتا ہے' اگر اس کے اعمال بد ہیں تو جب وہ دوبارہ جنم لے گا تو کتے اور بلی یا کسی اور جانور کی شکل میں آئے گا' یا کوئی درخت بن کر جنم لے گا' یا کسی بدتر درجہ کے انسان کی شکل اختیار کرے گا' اگر اعمال صالح ہیں تو اونچے درجے پر پہنچے گا۔

یہ نظریہ تناسخ بھی پہلے نظریہ کی طرح خلاف عقل ہے' کسی دور میں اس نظریہ کو مقبولیت حاصل تھی' یونان میں قبل مسیح فیثا غورث اور انبذ قلس اس نظریہ کے قائل تھے' مصر و روم میں بھی ایک زمانہ تک اس غلط نظریہ کے جراثیم پائے جاتے تھے' یہودیوں میں بھی دیکھتے ہی دیکھتے عقیدہ تناسخ در آیا' رفتہ رفتہ یہ نظریہ فنائیت کے گھاٹ اتر گیا۔ اب یہ نظریہ ہندی مذاہب بودھ مت' جین مت اور برہمنیت کا اوڑھنا بچھونا بنا ہوا ہے' باقی تمام دنیا اس نظریہ کو مسترد کر چکی ہے۔

اگر بنظر انصاف ہندو مذہب کو دیکھا جائے تو اس میں بھی اس نظریہ کے ہاتھ پاؤں نہیں ملتے' بلکہ قدیم آریاؤں کے نزدیک تو یہ بات عام تھی کہ مرنے کے بعد انسان کو ایک دوسری حیات

ملتی ہے' جو نیکوں کے لیے سراپا راحت اور گناہگاروں کے لئے سراپا زحمت ہے۔

ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے' جو کہتے ہیں کہ شخص کو اس کے اعمال کا ثمرہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے اگر اچھے کام کرے تو اعلیٰ طبقات کی طرف چڑھتا ہے' اور برے کاموں کی وجہ سے گھٹیا طبقات کی طرف اترتا ہے' اگر انسان نے برے کام کیے تو اس دنیا میں حیوانی طبقات کی طرف اترے گا' اور اگر حیوان نے اچھے کام کیے تو انسانی طبقات کی طرف ترقی کرے گا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ حیوانی زندگی انسانی زندگی کے برے اور غلط اعمال کا نتیجہ ہے اور آج انسان جو انسانوں کی شکل میں موجود ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسانوں نے پہلے حیوانی زندگی میں اچھے کام کیے تب اس مقام پر پہنچے' اور موجودہ شکل کے حیوانات اس لیے اس شکل میں ہیں کہ اس سے قبل انہوں نے انسانی زندگی میں برے کام کیے تھے' پوری بات کا لب لباب یہ نکلا کہ انسان حیوانیت سے ترقی کر کے انسان بنا ہے' اور حیوان انسانیت سے انحطاط پذیر ہو کر حیوان بنا ہے' تناسخ کے قائلین کا یہ نظریہ اتنا بے ڈھنگا اور بے تکا ہے' کہ جسے سنتے ہی بے ساختہ ہنسی آ جاتی ہے' اور تعجب ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے غلط خیالات پر مذہب کی بنیاد رکھ دی۔

اسلامی نظریہ آخرت:

ان دو احمقانہ نظریات کے علاوہ ایک تیسرا نظریہ یہ ہے' جو اسلامی نظریہ ہے جس کی بنیاد و اساس عقل اور انسانی خیالات پر نہیں بلکہ حق تعالیٰ جو خالق کائنات ہیں کے بتائے ہوئے اصولوں پر رکھی گئی ہے' اسلام نے یہ نظریہ پیش کیا کہ دنیا کی ہر چیز عارضی ہے' اس کی ہر چیز فانی ہے نہ زمین کی پستی رہے گی نہ آسمان کی بلندی رہے گی' ہر چیز اپنے اپنے وقت پر ختم ہو جائے گی۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

ہر چیز کو فناء ہے۔

اور پھر ارشاد ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

اس سارے سسٹم اور نظام میں تبدیلی آئے گی' موجودہ سسٹم ختم ہو جائے گا۔ اس کی ایک عمر ہے' اس کے بعد یہ امر ربی ہے فناء ہو جائے گا' سارا کارخانہ عالم درہم برہم ہو جائے گا' اس زندگی کو فناء ہے' بقاء نہیں ہے' زوال ہے قیام نہیں ہے اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی آنے والی' جس

میں لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا ملے گی' صالحین کو جزائے خیر ملے گی اور بدکاروں کو سزا ملے گی۔

جس زندگی سے ہم گزر رہے ہیں اس میں ہم دن میں سینکڑوں دلگداز واقعات سنتے ہیں' برائی اور بے حیائی عام ہے' چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں عام ہو رہی ہیں' سرکاری اداروں میں بے دینی چھائی ہوئی ہے' سودی لین دین عام ہیں' رشوتوں پر رشوتیں عام لی جا رہی ہیں۔ غریب کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے' مظلوم کو ظلم وتشدد کی چکی میں پیسا جا رہا ہے' ظالم کا ظلم بڑھتا ہے' اس کی زندگی عیش وعشرت میں بسر ہو جاتی ہے' اور اسی عالم میں وہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے' مظلوم اور مجبور الحال ظالم کے دست تشدد سے سسک سسک کر دم توڑ دیتا ہے دوسری طرف ان نیکوکاروں کی کمی بھی نہیں جو دن کے شہسوار اور شب زندہ دار ہیں جو نیکی کے بام عروج پہ اس حد تک پہنچے ہوتے ہیں کہ انسان تو انسان ایک معمولی جثہ والی چیونٹی بھی ان سے محفوظ رہتی ہے' وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے' کسی کا مال نہیں کھاتے' چوری نہیں کرتے' رشوتیں نہیں بٹورتے' سود کو حرام سمجھتے ہیں ان کی زندگی کا مقصد اللہ کے دین کی سرفرازی ہوتا ہے' مگر پھر بھی وہ تنگدستی کے عالم میں رہتے ہیں' مصائب و آلام کے سیاہ بادل ان کے گرد چیلوں کی طرح منڈلاتے رہتے ہیں۔ اور وہ اسی عالم میں دنیا سے رخت سفر باندھ کر عازم آخرت ہو جاتے ہیں۔

اس فانی جہان میں ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا نہیں ملتی' اگر ملتی بھی ہے تو آنے والوں کے لیے تازیانہ عبرت نہیں بنتی اور نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا انعام اور صلہ بھی نہیں ملتا' جو کہ ملنا چاہیے' جب یہ بات انسان سوچتا ہے' تو فوراً اس کے ذہن میں یہ بات آ جاتی ہے' کہ ایک دوسرا جہان ہے' جس میں ظالم کے ظلم کا بدلہ اور نیک کو اس کی نیکی کی جزا ملے گی اور وہ جہان آخرت کا ہے۔

اس جہان میں نیکی اور بدی کا ترازو تلے گا' عدالت قائم ہوگی' ڈنڈی نہیں ماری جائے گی' چھوٹی اور بڑی ہر چیز اندازے اور مقدار کے مطابق لکھ دی گئی ہے مجرموں کو سزا ملے گی' اور نیکوکاروں کو جزا ملے گی' یہ نہیں ہو سکتا کہ احکم الحاکمین مسلمانوں اور کافروں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیں' اسی لیے حق تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ (قلم ع2)

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم فرمانبرداروں اور نافرمانوں سے ایک جیسا سلوک کریں۔

پھر ارشاد ہوا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا

الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاھُمْ وَمَمَاتُھُمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ (جاثیہ ع:2)

جن لوگوں نے بدکاریاں کیں' کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان مجرموں کو اپنے نیک بندوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے' اور ان کا انجام اور جینا مرنا برابر اور یکساں ہوگا' ان کا یہ خیال بہت برا ہے۔

اس دنیا فانی میں جزا و سزا نہ ہونے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس کے بعد کوئی اور جہان ہے' جس میں لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا اور سزا ملے گی' چونکہ اس دنیا کو دارالامتحان بنایا گیا ہے' آخرت کو دارالجزاء بنایا گیا ہے اگر اس زندگی میں انسان کو جزا و سزا مل جاتی تو مل سکتی تھی مگر پھر یہ دارالامتحان' دارالامتحان نہ رہتا' جب امتحان کے سوالات طالب علم کو پہلے ہی استاذ نے بتا دیئے تو پھر امتحان کا ہے کا ہوا؟ اسی طرح جب اس دنیا میں جزا و سزا مل گئی تو پھر یہ دارالامتحان نہ رہتا' حق تعالیٰ نے جزا و سزا کو پردہ خفا میں رکھ کر انبیاءؑ سے اعلان کروایا کہ جو لوگ میرے احکامات کی اتباع کریں گے انہیں ہم جنت میں داخل کریں گے اور جو نافرمانی کریں گے ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور سارا کام انسان کی آنکھیں بند ہونے' روح قفس عنصری سے پرواز کر جانے کے بعد شروع ہو جاتا ہے پھر قیامت کے دن بڑے پیمانے پر فیصلے ہوں گے۔

قیامت کا دن:

یوم آخرت' یوم القیامتہ ایک ہی دن کے دو نام ہیں' مسلمان قیامت کے دن کو ہمہ وقت یاد رکھتا ہے' اسی بناء پر وہ اس دن میں ثواب کی امید سے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتا ہے' اور اس دن کے عذاب سے ڈر کر برائیوں سے باز رہتا ہے' فحاشی و عریانی' بے حیائی اور برائی کو سامنے دیکھتا ہے' مگر جھٹ سے اس کے دل میں خیال آتا ہے' کہ یہ کام تو ہوگا' مگر اس وقت کیا بنے گا جب ساری دنیا کے سامنے رسوائی ہو رہی ہوگی' یہ احساس انسان کو گناہوں سے باز رکھتا ہے' مصائب و مشکلات کے دریا عبور کر کے حق تعالیٰ کی رضا جوئی حاصل کرتا ہے' جو مالک یوم الدین ہے اس دن کی بہتر جزاء کی خاطر انسان راہ خدا میں مال خرچ کرتا ہے' پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے' چاہے سردی ہو یا گرمی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کرتا ہے' صاحب استطاعت بیت اللہ کا حج کرتا ہے' حق تعالیٰ کا اس دن ہر کسی کے ساتھ انصاف ہوگا' اسی بنا پر انسان ذکر اللہ میں رطب اللسان نظر آتا ہے' یاد الٰہی سے اس کی کمر جھکی ہوئی اور جبین نیاز خم ہوتی ہے اس کا دل یاد الٰہی سے دھڑکتا ہے' اور خوف خدا سے تڑپتا ہے اس کی رحمت کی امید رکھتا ہے' اس کی عبادت خشوع و خضوع سے کرتا ہے۔

قیامت کا وقت:

قیامت کا دن مقرر ہے اس کا علم صرف اللہ کی ذات کو ہے اس کے علاوہ کسی نبی ولی یا فرشتہ کو اس کا علم نہیں دیا گیا حضرت رحمت دو عالم ﷺ سے جبریل نے انسانی لباس میں اس سے متعلق دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا سائل مسئول سے زیادہ جانتا ہے قرآن مجید میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ لوگ حضرت ﷺ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی کب نازل ہوگی؟ آپ فرمادیں اس گھڑی کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت اتنی دیر میں برپا ہو جائے گی جتنی دیر آنکھ جھپکنے میں لگتی ہے۔

كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ (النحل)

علامات قیامت:

قیامت کا حتمی علم تو کسی کو نہیں دیا گیا کہ وہ کب واقع ہوگی مگر اس کے وقوع کے قریب کی بعض علامات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ قرب قیامت میں عجیب وغریب حادثات رونما ہوں گے

1- زمین سے ایک دابہ (جانور) نکلے گا جو لوگوں سے کلام کرے گا۔

2- یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے۔

حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (الانبیاء)

یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے اور ہر بلندی سے وہ نکل پڑیں گے۔

3- قیامت سے پہلے علم اٹھ جائے گا جہالت کا دور دورہ ہوگا۔

4- شراب نوشی عام ہو جائے گی۔

5- علانیہ زنا کاری ہوگی۔

6- مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔

7- امانت ودیانت نایاب ہو جائے گی۔

8- اجتماعی نظم کا توازن بگڑ جائے گا۔

9- کمینے اور خسیس لوگ حکمران بن جائیں گے۔

10- عزت والے اور شرافت والے ذلیل ہو جائیں گے۔

11- اس کے بعد دجال ظاہر ہوگا اس کی پیشانی پر ک' ف' ر لکھا ہوگا۔

12- حضرت عیسیٰ آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے' اور حضرت محمد ﷺ کی عالمگیر شریعت کی حفاظت اور حمایت کریں گے۔

قیامت کا آغاز:

قیامت کا آغاز ہولناک اور تباہ کن زلزلوں سے ہوگا' یہ زلزلے دنیا کے زلزلوں کی طرح نہیں ہوں گے' قیامت جب آئے گی تو نظام کائنات جوں کا توں چل رہا ہوگا' انسان زمین پر چل پھر رہے ہوں گے سب سے پہلے انسانی آبادیاں خوف و ہراس کا شکار ہوں گی' اور ہر طرف اتنی دہشت پھیل جائے گی کہ ماں اپنی فطری محبت اور مامتا کے باوجود اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل اور بے نیاز ہو جائے گی' خوف و دہشت کے اثر سے حاملہ عورتوں کے حمل ضائع ہو جائیں گے اور ایسا لگے گا کہ لوگ اپنی سمجھ بوجھ کھو بیٹھے ہیں' اور سب نشے میں مدہوش نظر آئیں گے۔

وَمَا هُم بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (الحج)

حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے' بلکہ ان کا عذاب ہی کچھ سخت ہوگا'

ان زلزلوں کے قیامت سے پہلے واقع ہونے کے بارے میں آتا ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا (الزلزال)

جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی' اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈالے گی اور انسان کہے گا یہ اس کو کیا ہو گیا ہے' گویا انسان زمین پر موجود ہوگا' اور ان زلزلوں کا مشاہدہ بچشم خود کرے گا' ان کی وجوہ دریافت کرے گا اور اسباب تلاش کرے گا' ایسے شدید زلزلے ہوں گے' زمین کی حرکت اور لرزش کی بنا پر پہاڑوں کی چٹانیں باہم چیخ جائیں گی' پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (القارعہ)

سارا نظام تہس نہس ہو جائے گا' زمین ایک چٹیل میدان کی شکل میں بن جائے گی' زمین میں حد نگاہ تک پھیلے ہوئے سمندر پھٹ پڑیں گے ان کا پانی بہہ جائے گا' پھر بھاپ کی شکل میں اڑ جائے گا' سیاروں کا نظام ختم ہو جائے گا' سورج اور چاند یکجا کر دیئے جائیں گے' آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ

جب آسمان ٹوٹ جائے گا

وَاِذَ الْکَوَاکِبُ انتثرت

اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔

اور پھر آسمان کی بساط لپیٹ دی جائے گی

یَوْمَ نَطْوِیُ السَّمَآءُ کَطَیِّ السِّجِلِ للکتُب

جس دن آسمان کو اللہ پاک لپیٹ دیں گے' اس طرح جیسے کاغذات کسی بڑے فائل میں لپیٹ دیئے جائیں گے' پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارا نظام فناء ہو جائے گا زمین اپنی اصل شکل میں نہ رہے گی' اور نہ ہی آسمان اس شکل میں رہے گا' ان کی شکلیں بدل جائیں گی۔

صور اسرافیل:

حضرت اسرافیلؑ جب صور پھونکیں گے تو قیامت بپا ہو گی' پہلی مرتبہ صور پھونیں گے تو زمین و آسمان کے تمام باشندے گھبرا کر دہشت زدہ ہو جائیں گے۔

دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو تمام ذی حیات مر کر گر جائیں گے' اس کے بعد ایک مدت گزر جائے گی' اس کا وقت کتنا ہو گا یہ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

پھر جب حضرت اسرافیل علیہ السلام تیسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو جتنے لوگ موت کا شکار ہو چکے تھے سارے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے' پھر اپنی قبروں سے نکل کر ان خبروں کا مشاہدہ کریں گے جو دنیا میں ان کو سنائی جاتی تھیں اور اسی نظارگی کے عالم میں مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ میدان محشر قائم ہو گا۔ حق تعالیٰ ایک سوال کریں گے۔

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْم آج بادشاہ کون ہے؟ حکومت کس کی ہے؟ حکمرانی کس کی ہے سارے ہی خاموش ہو جائیں گے' خود حق تعالیٰ جواب دیں گے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار ایک زبردست اللہ ہی کی حکمرانی ہے۔

قیامت کا ہولناک منظر:

جب لوگ مر کر جی اٹھیں گے تو اس وقت ان کی حالت اور ہیت وہی ہو گی' جس میں ان کو موت آئی تھی' وہ سمجھیں گے کہ ہم پر چند گھڑیاں پہلے موت آئی' اور اب ہمیں دوبارہ زندگی ملی ہے'

جیسے اصحاب کہف کا واقعہ قرآن پاک میں آتا ہے کہ وہ لوگ تین سو 9 سال تک سوئے رہے' پھر جب وہ جاگے تو انہوں نے سمجھا کہ وہ صرف چند لمحے ہی سوئے لیکن انہیں تین سو نو سال کا اندازہ اس وقت ہوا جب خورد و نوش کے سامان کے لیے تین سو نو سال پرانا سکہ دے کر ایک شخص کو بازار روانہ کیا' جب قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوں گے تو ان کا بھی یہی حال ہوگا۔

یہ لوگ مردہ رہنے کی حالت کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت نہیں گزرا' وہاں اہل ایمان انہیں بتائیں گے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق ہم سب ''یوم البعث'' تک اسی مردہ حالت میں رہے ہیں اور آج وہی دن ہے' جس دن کے بارے میں ہم سنتے تھے کہ اس دن دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

قیامت کا منظر اتنا ہولناک ہوگا' کہ لوگ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم تو ایسے ہی ہیں جیسے دنیا میں تھے' مگر یہ وہ وقت ہوگا جب دوست دوست کو بھول چکا ہوگا' ماں بیٹیوں کو بھول چکی ہوگی' والد اولاد کو فراموش کر چکا ہوگا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (عبس)

اس دن ہر کسی کو اپنی اپنی پڑی ہوگی' ہر کوئی دوسرے سے بیزار ہوگا' نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کر دیا جائے گا۔

مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ط يَقُوْلُ الْكَافِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (القمر)

سب پکارنے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے' کافر کہیں گے کہ یہ دن بڑا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم کو حکم ہوگا' وہ سامنے آئے گی اور دور سے سب اسے دیکھیں گے' اور حق تعالیٰ انہیں مخاطب ہو کر فرمائیں گے' کہ اے اولاد آدم کیا میں نے تمہیں ہدایت نہیں کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو' یہ تمہارا صریح دشمن ہے' اور میری ہی عبادت کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے مگر اس کے باوجود اس نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کیا' کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (یٰسین)

یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا رہا ہے۔

پھر حق تعالیٰ مجرموں کی مومنوں سے الگ کر دیں گے' ہر کوئی مجرموں کو دیکھ رہا ہوگا مگر ہر مجرم کہہ رہا ہوگا۔

يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا (النساء)

اے کاش میں مٹی ہوتا

پھر اس کے بعد کفار کو ان کے شیاطین سمیت جہنم میں دھکیل دیا جائے گا جن کے ساتھ مل کر وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے' پھر انہیں کہا جائے گا کہ میرے شریکوں کو بلاؤ' تاکہ تمہاری امداد کریں' مگر وہ کچھ نہیں کرسکیں گے۔ مشرکین و کفار ہمیشہ جہنم میں جلتے رہیں گے مگر ان کی فریاد کوئی نہ سنے گا۔

انبیاء علیہ السلام کی حاضری:

قیامت کے دن حساب کتاب ہوگا' انصاف کیا جائے گا' کسی سے بے انصافی نہ ہوگی' جس نے جو کیا ہوگا وہ سارے کا سارا سامنے آئے گا' حضرات انبیاء علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔

وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِايْءَ بِالنَّبِيِّيْنَ وَالشُّهَدَاءِ (الزمر)

کتاب اعمال لاکر رکھ دی جائے گی' انبیاء اور تمام گواہ حاضر کردیئے جائیں گے

ہر امت کا مقدمہ ان کے نبی کی موجودگی میں ان کی شریعت کے مطابق سنایا جائے گا

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتَابِهَا (الجاثیہ)

اس وقت تم ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا دیکھو گے' ہر گروہ کو پکارا جائے جائے گا کہ آئے اور اپنا اعمال نامہ دیکھے۔

اعمال نامہ:

انسان جو جو کام کرتا ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا' اسے امانت دار فرشتے لکھتے ہیں۔

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ

دو مقرب فرشتے جانتے ہیں کہ جو تم کرتے ہو

انسان کا ہر عمل لکھا جاتا ہے لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً انسان بروز محشر دیکھے گا کہ اس کی چھوٹی بڑی کوئی بات ایسی نہ ہوگی جو اس کے نامہ اعمال میں درج نہ کی گئی ہو' قیامت کے دن نامہ ہائے اعمال کھول دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا۔

اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (الاسراء)

پڑھ اپنا نامہ اعمال آج اپنا حساب لگانے کے لیے خود ہی کافی ہے۔

نیکوکاروں کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں تھما دیا جائے گا' اور گناہگاروں کو بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ دائیں ہاتھ والے نامہ اعمال دکھاتے پھریں گے۔

هَآءُ مُ اقرءُ وا کِتَابِیَه ○

دیکھو، دیکھو، پڑھو میرا نامہ اعمال، مجھے یقین تھا کہ مجھے میرا حساب ملے گا۔ اور بدکار کہے گا کاش میرا نامہ اعمال، مجھے نہ دیا جاتا، اور میں یہ نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے، کاش میری وہی موت فیصلہ کن ہوتی، آج میرا مال مجھے کام نہیں آیا۔

یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَه (الحاقہ)

انکار واقرار جرم:

کافر حساب کتاب کے لیے جب پیش ہوں گے، تو اپنے جرائم کو چھپانے کی کوشش کریں گے اور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے ایسا نہیں کیا، ہم نے یہ کام نہیں کیا۔

وَاللّٰه رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ (الانعام)

اے ہمارے پروردگار تیری قسم ہم مشرک نہیں تھے۔

اس جھوٹ پر ان کی زبانوں پر تالے لگ جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے دوسرے اعضا سے بلوائیں گے۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (یٰس)

آج کے دن اُن کے منہ بند ہوں گے، ہم سے ان کے ہاتھ بات کریں گے، ان کے پاؤں گواہی دیں گے، کہ یہ دنیا میں کیا کرتے رہے پھر یہ مجرم اپنے اعضاء سے مخاطب ہو کر ان سے پوچھیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی وہ کہیں گے کہ ہم سے اللہ نے بلوایا ہے، جس نے ہر چیز کو گویائی دی ہے۔

لِمَ شَهِدْ تُمْ عَلَیْنَا ط قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ (حٰم سجدہ)

انسان دنیا میں جو کچھ بھی کرتا رہا ہو اللہ کے سامنے اس کا عذر و بہانہ نہیں چل سکتا، نہ اس کے سامنے کسی کی سفارش چل سکتی ہے اور نہ ہی وہاں رشوت لے کر پاپیوں کو چھوڑا جائے گا، مجرموں کو پوری پوری سزا ملے گی، نیکوکاروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ ملے گا۔

پل صراط سے گزر:

تمام انسان جہنم کے اوپر بنے ہوئے ایک پل (صراط، راستہ) سے گزریں گے، اس کے اوپر سے گزرنے والے لوگوں کا جتنا اللہ کے ساتھ قرب زیادہ ہوگا، اور نیکیاں زیادہ ہوں گی اتنی ہی

تیزی اور برق رفتاری سے گزر جائیں گے اور جو بدکار اور کافر ہوں گے وہ جہنم میں گرتے جائیں گے۔

وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ○ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (مریم)

تم میں کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر وارد نہ ہو یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے رب کا کام ہے پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو دنیا میں متقی تھے اور ظالموں کو اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے دوسرے مقام پر آتا ہے کہ تم جہنم دیکھ کر رہو گے پھر سن لو کہ تم اسے بالکل یقین کے ساتھ دیکھ لو گے۔

جنت:

جنت اللہ تعالیٰ کا مقام رحمت ہے جس کی کشادگی زمین و آسمان دونوں کی وسعت کے برابر ہے اس کی ایک اینٹ سونے کی ہے ایک اینٹ چاندی کی ہے رحمت دو عالم ﷺ سے حضرت ابو ہریرہؓ نے دریافت کیا یا رسول! جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَبِنَةٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَّلَبِنَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْاَذْفَرُ وَحَصْبَاءُ هَا اللؤلؤ وَالْيَاقُوْت وَتُرْبَتُهَا الزعفران (ترمذی ج2 ص79)

اس کی ایک اینٹ چاندی کی اور ایک سونے کی ہے اس کا گارا مشک و عنبر ہے اس کی کنکریاں لولو اور یاقوت ہوتی ہیں اس کی مٹی زعفران کی ہے جو شخص ایک بار جنت میں داخل ہوگا خوب عیش میں رہے گا جو ایک بار اس میں داخل ہوگا۔ کبھی نکلے گا نہیں جنتی کو نہ موت آئے گی نہ ان کے کپڑے پرانے ہوں گے نہ ان کی جوانیاں ختم ہوں گی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں مزید دو جنتیں ہیں جن کے برتن سونے کے ہیں۔

(ترمذی ج:2 ص79)

حضرت علیؓ راوی ہیں کہ رحمت للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر ان کے باطن سے نظر آئے گا اور ان کا باطن ظاہر سے نظر آئے گا۔ (ترمذی 2:79)

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ جنت کے سو درجے ہیں ہر درجے کے درمیان ایک سو سال کی مسافت ہے (ترمذی ایضاً) حضرت ﷺ نے فرمایا جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان کی مسافت ہے ان تمام جنتوں میں جنت الفردوس اعلیٰ جنت ہے اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اس سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں جب تم

اللہ سے سوال کرو تو فردوس مانگا کرو (ترمذی ص 79)

حضرت ابی سعیدؓ راوی ہیں کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَة درجة لو ان العالمين اجتمعو فی احدٰهُنَّ لو سعتهم

(ترمذی ج:2 ص 79)

بے شک جنت میں ایک سو درجے ہیں' اگر سارے جہان والے ان میں سے کسی ایک میں جمع ہو جائیں پھر بھی ان کی وسعت اتنی ہی رہتی ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جو لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے' اور دوسرے نمبر پر جنت میں داخل ہونے والوں کے چہرے خوبصورت ستارے کی طرح چمکتے ہوں گے' ہر جنتی کے لیے دو بیویاں ہوں گی ہر بیوی پر ستر جوڑے ہوں گے' ان کے اندر سے اس کی پنڈلی دکھائی دے رہی ہوگی (ترمذی ص:79)

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا' جنت میں جنتی اس حال میں ہوں گے کہ نہ وہاں تھوکیں گے' نہ ناک صاف کریں گے اور نہ ہی پیشاب اور پاخانہ کریں گے' ان کے برتن سونے کے ہوں گے' اور ان کی کنگھیاں بھی سونے اور چاندی کی ہوں گی' ان کی انگیٹھیاں قیمتی لکڑی سے روشن ہوں گی' ہر جنتی کے پاس دو بیویاں ہوں گی' ان کے دلوں میں کوئی بغض نہ ہوگا۔ (ص:80)

قرآن کریم نے بھی جگہ جگہ جنت کا نقشہ کھینچا ہے کہ باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی' اہل جنت کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ان کا لباس ریشم و حریر کا ہوگا' دودھ اور شہد کی نہریں چل رہی ہوں گی جنت میں حوریں ہوں گی اور غلمان ہوں گے۔

جنت میں داخلہ:

کوئی شخص محض اپنی مرضی سے جنت میں نہیں جا سکتا کوئی شخص اپنے ارادے اور آرزو کے مطابق جنت میں داخل نہیں ہو سکتا' جنت میں داخلے کے لئے ایمان و عمل شرط اول ہے' جس شخص کا ایمان و عمل مضبوط ہوگا وہ قیامت کے دن جنت میں داخل ہوگا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْ رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ط حَتّٰى اِذَاجَآءُ وْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ○ (الزمر)

جو لوگ اپنے رب کی نافرمانی سے بچتے تھے' انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا' یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے' تو اس جنت

کے منتظمین ان سے کہیں گے سلام ہو تم پر اچھے رہے اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

اور پھر اہل جنت حمد وثناء رب جلیل سے رطب اللسان ہوں گے اور وہ کہیں گے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ ○ (الزمر)

شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کر دکھایا' اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا۔ اب ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں' پس بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔

جنت والوں سے حسن سلوک:

جنت میں جنتیوں کے ساتھ ان کے اہل وعیال اور بھائیوں کو جمع کر دیا جائے گا۔

اور ارشاد ہوگا:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ (الزخرف)

تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ' تمہیں خوش کر دیا جائے گا۔

پھر اہل جنت کے ساتھ کیسا سلوک ہوگا۔ ارشاد ہے۔

هُمْ وَاَزْوَاجهم فِی ظِلَالٍ عَلَی الْاَرَائِكِ مُتَّكِئُوْنَ (یٰس)

وہ اور ان کی بیویاں گھنے سائے میں تکیوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گی۔

دوسرے مقام پر آتا ہے' جو لوگ ایمان لائے' اور ان کی اولاد بھی کسی درجے میں ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی' ان کی اس اولاد کو بھی ہم جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے' ان کا خلوص اور باہمی محبت مثالی ہوگی' غل اور کھوٹ' کدورت اور بغض اور دیگر جرائم سے پاک ہوں گے' باہم ایک دوسرے سے ایسے برتاؤ کریں گے جیسے یہ بھائی بھائی ہیں۔

پھر حق تعالیٰ کی جناب سے اہل جنت کی خدمت کے لیے خوبصورت لڑکے ہوں گے' ایسے خوبصورت جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔

غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (الطور)

جنت والے جنت میں ہر قسم کی لذیذ چیزیں طلب کریں گے۔

یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ○ بَیْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ○ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ (الصّٰفّٰت)

شراب کے چشموں سے پیالے بھر بھر کر ان کے سامنے پھرائے جائیں گے' چمکتی ہوئی

شراب جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی' نہ ان کے جسم کو اس سے کوئی نقصان ہوگا' اور نہ ان کی عقل اس سے خراب ہوگی۔

علاوہ ازیں قرآن میں اہل جنت کو ملنے والی نعمتوں کا بے شمار جگہوں پر ذکر موجود ہے' جنت میں خوش کن شراب دی جائے گی' طرح طرح کے پھل دیئے جائیں گے' جسے مرضی چاہے اٹھالیں' مختلف پرندوں کے گوشت دیئے جائیں گے' جس کی مرضی ہو استعمال کریں۔

جنت والوں کو نہ دھوپ کی گرمی پریشان کرے گی' نہ ہی سرما کی سردی تنگ کرے گی' جنت کی چھاؤں ان پر سایہ فگن ہوگی' اور اس کے پھل ہمہ وقت اس کے بس میں ہوں گے' اہل جنت کے چہرے خوشحالی سے دمک رہے ہوں گے' پریشانی وغم کا نشان تک نہ ہوگا' ان کے چہرے تروتازہ ہوں گے' اپنی کارگزاری پہ خوش ہوں گے۔

جنت والوں پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں ہوگی' وہ آزادی کے ساتھ وہاں رہیں گے' ان کا استقبال سلامتی کی مبارکباد کے ساتھ ہوگا' اہل جنت ایک دوسرے سے احوال ماضیہ پوچھیں گے' یہ کہیں گے ہم پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے' بالآخر اللہ نے ہم پر فضل و احسان فرمایا اور ہمیں جھلسا دینے والی آگ کے عذاب سے بچایا۔

جنت کی حوریں:

حق تعالیٰ جنت والوں کو موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں بھی بطور انعام دیں گے' یہ حوریں ان کی بیویاں ہوں گی۔ ارشاد ہے

1- وَزَوَّجنٰهُم بِحُوْرٍ عِيْنٍ (الطّور)

ہم خوبصورت آنکھوں والی حوریں ان سے بیاہ دیں گے۔

2- كَاَمْثَالِ اللُّؤلوءِ الْمَكْنُوْن (الواقعہ)

ایسی حسین ہوں گی' جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔

3- ابكاراً ○ عُرُباً اَتْرَاباً ○ (الواقعہ)

باکرہ بنا کردیں گے' اپنے شوہروں کی عاشق ہوں گی' اور ہم عمر ہوں گی۔

4- قصرٰتُ الطَرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (الرحمان)

شرمیلی نگاہوں والی ہوں گی' جنہیں ان جنتیوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا نہ ہوگا۔

یہ احوال وہ تھے' جو انسان قیامت قائم ہونے کے بعد اپنی آنکھوں سے دیکھے گا' اور ایسی

ایسی لذتوں سے مستفید ہوگا، جنہیں نہ کانوں نے سنا ہے اور نہ آنکھوں نے دیکھا ہے۔

عذاب جہنم:

جہنم اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا مقام ہے، جہاں حق تعالیٰ گنہگاروں، کافروں، مشرکوں اور نافرمانوں کو آگ کی سزا کے علاوہ کئی اور قسم کی سزائیں بھی دیں گے، عام طور پر جب جہنم کی آگ کا ذکر آتا ہے تو یونہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ اسی نوعیت کی آگ ہوگی، جو صبح وشام جلتی دکھائی دیتی ہے، اس جہنم کی آگ اس سے سخت اور شدید تر ہوگی، لیکن قرآن وسنت کے فرمودات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نار جہنم اور نار دنیا میں صرف آگ ہونے کی مماثلت ہے، ورنہ قرآن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ آگ کسی اور ہی نوعیت کی آگ ہے، اگر جہنم کی آگ دنیوی آگ کی مثل ہوتی، تو وہ اس آگ کی طرح ہر چیز جلا کر راکھ کر دیتی، یا کوئلہ بنا دیتی، جب کہ قرآن کی روشنی میں ہے کہ جہنم میں درخت بھی ہیں، پانی بھی ہے اور سایہ بھی ہے، یہ الگ بات ہے کہ یہ ساری چیزیں بھی عذاب ہی ہیں، پھر دنیا کے عذاب میں جل مرنے والا راحت پا جاتا ہے، مگر دوزخ کی آگ ایسی ہے جس میں جلنے والا جلتا ہی رہتا ہے، راحت والی موت ہی اسے نہیں آتی۔

وَلاَ يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلاَ يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا (فاطر)

اور نہ ان کا قصہ پاک کر دیا جائے گا، کہ وہ مر جائیں اور نہ ان کے لیے جہنم کے عذاب میں کمی واقع ہوگی۔

کھال کا ادھڑنا:

جہنم والوں کی چمڑیاں ادھیڑ دی جائیں گی

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوْا الْعَذَابَ (النساء)

اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی، تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے، تا کہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔ جہنم والے زندہ ہوں گے، دنیوی زندگی کو یاد کریں گے، سوچیں گے اور باہم ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔

جہنم کا درخت:

جہنم میں تھور (زقوم) کا درخت ہوگا، جو جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے۔

تَخْرُجُ مِنْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُؤُسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ (الصّٰفّٰت)

وہ جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے، اس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطان کے سر۔

اہل جہنم کی خوراک:

جہنم میں جہنمیوں کو جو خوراک دی جائے گی' پناہ خدا انہیں بطور خوراک یہی تھور کھانا پڑے گا' اسی سے وہ اپنے پیٹ بھریں گے یہ تھور کا درخت گناہگاہوں کا کھانا ہوگا' جیسے تیل کی تلچھٹ ہوتی ہے' وہ اس طرح بدمزہ ہوگا اور یہ پیٹ میں اس طرح جوش کھائے گا' جیسے آگ کے اوپر پانی سے بھری ہنڈیا کھولتی ہے' اورانہیں پینے کے لیے جہنم کا پانی ملے گا' جو کچ لہو ہوگا۔ پیپ اور خون کی آمیزش پلائی جائے گی' جب وہ پئیں گے' تو حلق سے نیچے نہ اُترے گا' زبردستی اتاریں گے' تھور کھانے کے بعد گرم ترین پانی پلایا جائے گا' پھر یہی کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا' جس سے ان کی کھالیں اتر جائیں گی' اور صرف کھالیں ہی نہیں بلکہ پیٹ کے اندر تک کا حصہ گل جائے گا۔

يُصْهَرُ بِهٖ مَافِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (الحج)

اہل جہنم کا لباس:

جہنمیوں کو لباس بھی پہنایا جائے گا' ایسا لباس جو آگ سے بنا ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ (الحج)

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' ان کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں۔

اہل جہنم کا سائبان:

جہنم میں سایہ اور سائبان بھی ہوں گے' مگر یہ بھی آگ کے ہوں گے۔ ارشاد ہے۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ (الزمر)

اُن پر آگ کی چھتریاں اوپر سے بھی چھائی ہوں گی' اور نیچے سے بھی' اور پھر یہ سایہ بڑا عجیب ہوگا۔

ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ○ لَا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ (الواقعہ)

کالے دھوئیں کا سایہ ہوگا' جو نہ ٹھنڈا ہوگا' اور نہ ہی آرام دہ۔

اہل جہنم کی آوازیں:

اہل دوزخ وہاں پھنکاریں گے' اور ہانپیں گے۔

لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ○ (ہود)

دوزخ میں وہ ہانپیں گے' اور پھنکارے ماریں گے' اور وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے' جب تک کہ زمین وآسمان قائم ہیں۔

جہنم میں داخلہ:

حساب کتاب کے اختتام پر کافروں کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا' انہیں دیکھ کر جہنم میں جوش آئے گا' اور جہنم کے محافظ ان جہنمیوں کی حماقت اور اپنی جان پر دشمنی پر تعجب کر رہے ہوں گے' اور ان سے بار ہا ان کی حماقت کا دریافت کریں گے۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ (الملک)

جہنم کی آگ شدت غضب سے پھٹی جاتی ہوگی' ہر بار جب ایک فوج اس میں ڈالی جائے گی تو اس کے دربان ان لوگوں سے پوچھیں گے کیا دنیا میں تمہیں خبردار کرنے والا کوئی نہیں آیا تھا' وہ کہیں گے کہ ہاں ہمارے پاس آیا تو تھا' مگر ہم نے اسے جھٹلایا' اس پر فرشتوں کا جواب ہوگا' کہ تم تو بڑی گمراہی میں رہے' وہ اعتراف کریں گے اور کہیں گے کہ اے کاش اگر ہم سن کر طاعت و فرمانبرداری کرتے تو آج اس عذاب میں نہ ہوتے۔

جہنم کے دروازے:

جہنم کے سات دروازے ہیں لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ کافروں کو داخل کرنے کے بعد یہ دروازے بند کردیئے جائیں گے' ان میں ہر دروازے کے لیے ایک حصہ مخصوص کردیا گیا ہے' اور ان دروازوں کے ستونوں کی طرح موٹے موٹے کونڈے ہوں گے۔ جہنم کی آگ ان پر ڈھانپ کر بند کردی جائے گی' یہ زنجیروں' طوق اور بھڑکتی آگ کے حصار میں ہوں گے۔

جہنم سے نکلنے کی کوشش:

اہل جہنم جہنم سے نکلنے کی بسیار کوشش کریں گے' مگر جس طرح دنیا سے چلے جانے کے بعد یہاں کوئی واپس نہیں آتا۔ اسی طرح جہنم میں چلے جانے کے بعد نکلنا مشکل ہوگا' جب ظالم اللہ کے عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کوئی پلٹنے کی جگہ نہیں' وہ چیخ چیخ کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب اب ہمیں یہاں سے نکال' ہم جاکر نیک اعمال کریں' حق تعالیٰ کی طرف سے انہیں جواب ملے گا' کہ کیا ہم نے تمہیں ایک عمر نہیں دی تھی' تاکہ تم نیک اعمال کرنا چاہتے تو کر سکتے۔ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا بھی آچکا' اب تم اسی عذاب کا مزہ چکھو' جہنمی یہاں سے مایوسی کے بعد داروغہ جہنم سے فریاد کریں گے۔

وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ

اور پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کردے تو اچھا ہے۔

مالک جواب دے گا إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ

تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

پھر وہ یہاں سے مایوسی کے بعد فدیہ اور رشوت چلانے کی سوچیں گے' جیسے دنیا میں کام چلتے تھے مگر ایسا نہیں ہوگا' جب جہنم والے گھبرا کر جہنم سے بھاگنے کی کوشش کریں گے' تو ان کی خبر گیری کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا۔

ان کی خبر گیری کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے' جب کبھی وہ گھبرا کر جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے' اور انہیں کہا جائے گا۔

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ چکھواب جلنے کی سزا کا مزا۔

اہل جہنم کی لڑائی:

جہنم والے ہمہ وقت باہم ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہوں گے جب کوئی گروہ جہنم میں داخل ہو رہا ہوگا' تو اپنے سے پہلے گروہ کو برا بھلا اور لعنت بھیج رہا ہوگا' بعد میں آنے والے پہلوں کے بارے میں کہیں گے کہ یارب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔

جنت اور جہنم والوں کی باہمی گفتگو:

جنت والے دوزخ والوں کے اوپر گزرنے والے حالات سے بخوبی آگاہ ہوں گے' جنت والے دوزخ والوں کو پکاریں گے۔

وَنَادٰوٓا اَصْحٰبُ الجنة اَصْحٰبَ النَّارِ

اور جنت والے جہنم والوں سے کہیں گے کہ ہم سے جو رب تعالیٰ نے وعدے کیے تھے' ہم نے انہیں ٹھیک پالیا ہے' کیا تم نے بھی ان وعدوں کو ٹھیک پالیا ہے' جو تمہارے رب نے کیے تھے؟ وہ جواب دیں گے ہاں' تب ایک پکارنے والا ان کے درمیان پکارے گا' کہ خدا کی لعنت ہو ظالموں پر' اور جہنم والے جنت والوں سے کہیں گے' کہ تھوڑا سا پانی ہم پر بھی ڈال دو یا جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے' اس میں سے کچھ پھینک دو' وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں ان منکرین حق پر حرام کردی ہیں' جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تفریح بنا دیا تھا' اور جنہیں حیات دنیا نے فریب میں مبتلا کر دیا تھا۔

خلاصہ:

انسان اس زندگی کے بعد ایک دوسرے جہان میں چلا جائے گا جہاں سے آخرت کی زندگی کا آغاز ہوگا' پھر ایک مقررہ وقت پر اللہ کا فرشتہ صور پھونکے گا جس سے کائنات تباہ ہو جائے گی' پھر محشر کا میدان لگے گا' حساب کتاب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ مجرموں کو مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے گا۔ مجرموں کو جہنم میں ڈالا جائے گا' اور مسلمانوں کو جنت میں داخلے کا ٹکٹ مل جائے گا۔

مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب

استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور

مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''آب حیات'' کالم نویس روزنامہ پاکستان، یلغار، اوصاف۔

چند شاہکار تصانیف

اسلامی نظام حیات	200/-	مصباح الصرف	30/-
اسلام کا معاشی نظام	110/-	مصباح النحو	30/-
اسلام اور عورت	70/-	رشوت ستانی	34/-
اسلامی عبادات	60/-	دعوت وتبلیغ	زیرطبع
اسلامی عقائد	75/-	جماعت اسلامی	20/-
اسلام اور نوجوان	زیرطبع	مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ	50/-
اہل سنت والجماعت	34/-	بسنت کا تہوار	14/-
دیوار چمن سے زنداں تک	زیرطبع	ڈاکٹر طاہر القادری	70/-
نغمہ زنداں	50/-	بت شکن	160/-
عورت کی حکمرانی	10/-	موت کا سوداگر	زیرطبع
گستاخ دین صحافی	10/-	امیر عزیمتؒ (مختصر)	20/-
الدرر السنية	زیرطبع	امیر عزیمتؒ (مکمل)	200/-
مطالعہ قرآن	زیرطبع	مصباح العقائد	زیرطبع
مطالعہ اسلام	زیرطبع	آخری دس سورتوں کی تفسیر	75/-
حديقة الخضاره	40/-	ایمان کے ڈاکو	زیرطبع
		خطبات دعوت	160/-

مکتبہ آب حیات ۳۸۔ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور 0300-9458876